رسالہ

جَآءَ الْحَقُّ

بحکم قرآن وحدیث

آمدِ مہدیؑ دسویں صدی ہجری کے اندر ہی ہونا

شرطِ مہدیت ہے

مرتبہ

فقیر سید دلاور مخصوص الزمانی

(اہل اپل گوڑہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور اس سلسلہ کے آخری نبی خاتم النبیین محمد مصطفٰی احمد مجتبٰی ﷺ ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہر نبی کو مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا اور لوگوں نے ان کے لئے بھیجے گئے اللہ کے خلیفہ یعنی نبی کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ ظلم بھی ڈھایا اور جن لوگوں کو اللہ نے توفیق دی وہ ان پر ایمان لاکر سرخ رو ہوئے۔ اور ہر نبی کا زمانہ گذرنے کے بعد اس کی امت ایمان کے معاملہ میں انحطاط پذیر ہوتی گئی۔ پھر ان کی رہنمائی کے لئے دوسرے نبی کی بعثت ہوئی۔ اس طرح یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفٰی ﷺ پر ختم ہوا۔ لیکن نبی پر ظلم وستم اور مابعد عمل انحطاط سے امت محمدیہ بھی مستثنٰی نہیں تھی۔ اس لئے آئندہ زمانہ میں اپنی امت کو ہلاکت سے بچانے اور احیائے دین کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے اپنے بعد اپنی ہی عترت میں سے ایک خلیفۃ اللہ مہدی کے آنے کی بشارت دی اور امت کو حکم دیا کہ ان کی تصدیق کریں اور ان کے ہاتھ پر

[illegible]

بیعت کریں اور مہدیؑ کے تمام خصائص و علامات کو بیان فرما دیا۔ لیکن امت مسلمہ میں بعض ایسے مسلک بھی ہیں جن کے ماننے والے رسول اللہ ﷺ کو صرف ایک بشر سمجھتے ہیں اور آپ ﷺ کو اللہ کی جانب سے علم غیب دیئے جانے کے منکر ہیں جبکہ خود اپنے اسلاف کو علم غیب اور خوارق عادات، کشف و کرامات کے حامل سمجھتے ہیں یہ دراصل ایک گہری سازش ہے۔ نیز وہ ضرورت و بعثت مہدیؑ کے بھی منکر ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید، احادیث نبوی ﷺ و تاریخی حقائق کی روشنی میں بعثت مہدیؑ کا ثبوت اس مضمون میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اکثر اہل اسلام کی طرح ہم مہدویوں کا بھی یہ ایمان اور عقیدہ ہے کہ حضور سرور انبیاء محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کائنات عالم میں سب سے زیادہ اعلم الخلائق ہیں یعنی آپ کا علم تمام جن و بشر اور ملائک غرض تمام خلق کے علوم سے زیادہ اور وسیع تر ہے۔ ماضی کا علم ہو یا حال و مستقبل کا، دنیا کا علم ہو یا آخرت کا، عالم شہادت کا علم ہو یا عالم غیب کا

غرض خداوند قدوس نے آپ کو ازل سے ابد تک تمام ما کان و مایکون کا علم شہادت و علم غیب سب کچھ عطا فرما دیا۔ یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے آپ کے قلب رسالت میں جلوگر اور آپ کی نگاہ نبوت کے پیش نظر فرما دیا۔ چنانچہ آپ کا ارشاد مبارک ہے ان اللہ قد رفع لی الدنیا و انا انظر و الیھا و الی ماھو کا ئن فیھا الی یوم القیمۃ کانّما اُنظُر الی کَفِّی ھٰذہ (زرقانی علی المواھب صفحہ 234) یعنی اللہ عزوجل نے میرے لئے دنیا کو اس طرح اٹھا کر میرے سامنے پیش کر دیا کہ میں تمام دنیا کو اور اس میں قیامت تک جو کچھ بھی ہونے والا ہے ان سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح میں اپنے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور سرکار دو جہاں مصطفیٰ جان رحمت کی نگاہ نبوت کا کیا کہنا اسی طرح رحمت عالم ﷺ دوسری حدیث میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ فرأیتہٗ وَضَعَ کَفَّہٗ بین کَتِفِیَّ فَوَجَدْتُ برداً انا مِلِہ بین ثَدیَیِ فتجلّٰی لی کُلُّ شیءٍ وَ عرفتُ

(مشکوۃ باب المساجد) یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کا دیدار اس طرح کیا کہ اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ تو میں نے اس کی انگلیوں کے پوروں کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس کی۔ اس کے بعد مجھ پر ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین حضرت فاروقِ اعظمؓ روایت کرتے ہیں کہ قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مقاماً و اخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ مناز لھم و اھل النار مناز لَھُم حَفِظَ ذالک من حفظہ و نَسِیَہ من نسیہ (مشکوۃ باب بدءُ الخلق) یعنی رسول اللہ ﷺ ایک مقام پر کھڑے ہوئے ہم کو ابتدائے آفرینش کے بارے میں خبر دی اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ بیان فرما دیا۔ یہاں تک کہ اہل جنت اپنی منزلوں میں اور اہل نار جہنم میں اپنی منزلوں میں داخل ہو گئے جس نے اس کو یاد رکھا اس کو یاد رہا اور جس نے اس کو بھلا دیا وہ بھول گیا۔

یہی حدیث دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوئی ہے کہ

ماترک شئیا فی مقامہ ذلک الی یوم القیمۃ اِلاَّ حَدَّث بہ (مشکوٰۃ باب الفتن) یعنی قیامت تک ہونے والے تمام واقعات اور حالات کو بیان فرمادیا اور کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔ معتبر کتابوں میں یہ چمکتی ہوئی حدیثیں اعلان کررہی ہیں کہ حضور رحمت عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات عالم کا علم غیب و علم شہادت سب کچھ اس طرح عطا فرمادیا ہے کہ ابتدائے عالم سے جنت و جہنم میں داخل ہونے کے وقت تک کے تمام واقعات و حالات آپ نے بیان فرمادیا

حضرت کا علم علم لدنی تھا اے امیر
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے و علمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما (النساء ۱۱۳) یعنی اے محبوب آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھا دیا اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر بہت ہی بڑا ہے۔ صاحب تفسیر روح المعانی نے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ من خفیات الامور و ضمائر الصدور اومن اخبار الاولین والا خرین یعنی تمام پوشیدہ چیزیں اور سینوں میں چھپی ہوئی باتیں خدا نے آپ کو بتادی ہیں یا تمام اگلوں اور پچھلوں کی ساری خبریں آپ کو تعلیم فرمادی ہیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے جنگ بدر کے موقع پر ایک دن قبل ہی ایک چھڑی سے میدان جنگ میں لکیر کھینچ کر یہ فرمادیا کہ یہ فلاں کافر کا مقتول ہونے کا مقام ہے۔ اس حدیث کے راوی کا بیان ہے کہ فما مَاطَ احد ھم عن موضع ید رسول اللہ صلعم (مسلم ج ۲ باب غزوۂ بدر)

ترجمہ:۔ یعنی مقتولین کفار میں کوئی بھی حضور علیہ السلام کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے ذرا بھی نہیں ہٹا جس جگہ جس شخص کے قتل ہونے کی جگہ آپ نے معین فرمادی اسی جگہ اس کی لاش ملی۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مہدی موعود علیہ السلام کا اتنا بڑا معرکتہ الارا مسئلہ ہے، اس بارے میں آپ ﷺ کیسے خاموش رہتے تھے کہ مہدی موعودؑ کی بعثت کب ہوگی کہاں ہوگی۔ مہدیؑ کے بارے میں اس قدر کثرت سے آپ ﷺ نے احادیث بیان فرمائی ہیں کہ علمائے محدثین نے مہدیؑ کے متعلق تین سو ساٹھ احادیث ہونا بیان کیا ہے۔ کسی بھی مسئلہ پر اس قدر کثرت سے احادیث دستیاب نہیں ہیں۔ نہ صرف احادیث بلکہ آیات قرآنی میں مہدیؑ کے وقت بعثت کے اشارات و کنایات بھی واضح طور پر ملتے ہیں۔

مفسرین کرام کی تفسیروں میں بے شمار تصریحات و تشریحات کے ایسے ایسے تابناک ستارے جگمگا رہے ہیں جن سے صراط مستقیم کی شاہراہ پر چلنے والوں کے لئے رشد و ہدایت کی نورانی روشنی مل رہی ہے مگر افسوس کہ اس کا کیا علاج کہ وہ بدنصیب لوگ جن کے دلوں کی دنیا میں نور ہدایت کا چراغ بجھ چکا ہے وہ آنکھ کھول کر آیات اور تفاسیر میں چمکتی ہوئی اللہ تعالیٰ کی آیات بیّنات کو اپنی چشم بصیرت سے نہیں دیکھتے بلکہ حق سے منہ موڑے

ہوئے سرکش اونٹوں کی طرح ضلالت وطغیان کی اندھیری وادیوں میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور مخلوق خدا کو احادیث اور آیات قرآنیہ کا غلط مفہوم پیش کرکے گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ واللہ یہ وہی بدبخت لوگ ہیں جن کے بارے میں خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا کہ **لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور** (الحج ۴۶) یعنی منکروں کے سروں کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں لیکن وہ آنکھیں جو سینوں کے اندر ہیں وہ نابینا ہو جاتی ہیں یعنی ان لوگوں کی بصارت تو رہتی ہے لیکن دلوں کی بصیرت تباہ وبرباد ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں کو ہدایت کا نور نظر نہیں آتا۔ ہم یہاں صاحبان فکر ونظر کے لئے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی روشنی میں یہ ثابت کریں گے کہ حضرت سید محمد جونپوریؒ ہی امام مہدی موعود ہیں۔ آپ جس زمانہ میں اور جس مقام پر مبعوث ہوئے ہیں وہی زمانہ وہی مقام بعثت صحیح ہے جو آیات قرآنیہ اور

احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ مخفی مباد کہ امامنا مہدی موعود علیہ السلام 14 / جمادی الاولیٰ 847ھ میں بمقام شہر جونپور پیدا ہوئے اور 19 ذیقعدہ 910ھ میں آپ کا وصال بمقام فراہ ہوا اور آپ کا مزار مقدس بھی وہیں ہے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے یا ایھا الذین امنو من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ .(المائدہ ۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والو جو لوگ تم میں سے اپنے دین سے پھر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جس کو اللہ دوست رکھے گا اور اللہ کو وہ قوم دوست رکھے گی۔

آیت میں فسوف یاتی اللہ بقوم کا جملہ اور اس کے ماقبل و مابعد کی آیتیں ہمارے دعوی کو ثابت کرتی ہیں۔ اس آیت میں یاتی مضارع کا صیغہ ہے جس کے پہلے سوف کا لفظ آیا ہے جس سے مضارع مستقبل بعید کے معنی دیتا ہے اور بقوم میں بائے تعدیہ یا مصاحبت ہے۔ اگر بائے تعدیہ تصور کریں تو آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو مستقبل بعید میں لائے گا اور اگر بمعنی مصاحبت لیں تو ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مستقبل بعید میں ایک قوم کے ساتھ آئے گا۔ کسی قوم کے ساتھ آنا کسی قوم کو لانا دونوں کا مآل قریب قریب ہے۔

آیت مذکور میں لفظ اللہ سے مراد امام مہدی علیہ السلام کا ظہور مراد لیا جائے تو یہ بات اسی اصول کے تحت ہوگی جو علمائے اسلام کے مسلمات سے ہے جیسا کہ توریت میں ایک بشارت کے الفاظ یہ ہیں۔ اِنَّ اللہ طَلَعَ مِنْ سینا و اَشرقَ لَهُمْ مِنَ السَّعِیر و من جبل فارن تَجَلّٰی ۔ترجمہ: اللہ تعالیٰ سینا سے طلوع ہوا سعیر سے چمکا اور کوہ فاران سے تجلی کیا (خطبات احمدیہ)

توریت کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا سینا سے طلوع ہونے سے مراد موسیٰؑ کا ظہور ہے اور سعیر سے اللہ تعالیٰ کے چمکنے سے مراد عیسیٰؑ کا ظہور ہے اور کوہ فاران سے اللہ تعالیٰ کے تجلی کرنے سے مراد حضرت رسول اللہ ﷺ کا ظہور ہے۔ اسی طرح یاتی اللہ بقوم میں

یاتی اللہ کے الفاظ سے کسی صاحب جاہ وجلال خلیفۃ اللہ کا ظہور مراد ہو سکتا ہے۔ ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں جو قبیلے مرتد ہو گئے تھے اور آپ کے ساتھیوں کا مرتدین مذکور کو شکست دے کر ارتداد سے ہٹا کر راہ راست پر لانا سیاق آیت کے بالکل مغائر و مخالف ہے کیونکہ اس آیت میں یاتی مضارع کا صیغہ ہے جس کے پہلے فسوف داخل ہو کر اس کو مستقبل بعید کے معنی میں کر دیا ہے اس لئے آیت کا ترجمہ یوں ہوگا (جب لوگ تم میں سے مرتد ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مستقبل بعید میں ایک قوم کو لائے گا یا ایک قوم کے ساتھ آئے گا) حضرت ابو بکر صدیقؓ اور آپ کی جماعت نزول آیت کے وقت موجود تھی تو موجودہ جماعت کو مستقبل بعید میں آنے والی جماعت کیسے کہا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے۔

عَلِمَ اللّٰہُ اِنَّ قوماً یرجعون عن الاسلام بعد موت النبیؐ فاخبرانہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ ۔ ترجمہ: اللہ کے علم میں یہ بات تھی کہ ایک قوم نبی ﷺ کے بعد اسلام سے پلٹ جائے گی پس اللہ نے خبر دی کہ عنقریب وہ ایسی قوم کو لائے گا جس کو وہ دوست رکھے گا اور وہ قوم اللہ کو دوست رکھے گی۔

صاحب تفسیر نیشاپوری نے اس آیت کے تحت صاف اور کھلے الفاظ میں اس طرح لکھ دیا ہے کہ لعل المراد منہ قوم المہدی یعنی شائد آیت میں قوم سے مراد قوم مہدی ہو اور حضرت امامنا علیہ السلام نے بامر اللہ خبر دی ہے کہ اس آیت شریفہ میں قوم سے مراد قوم مہدی ہے چونکہ آپ کی ذات خلیفۃ اللہ معصوم عن الخطاء ہے۔ اس لئے قوم سے مراد قوم مہدیؑ ہی ہونا قطعی اور یقینی ہو جاتا ہے۔ اس آیت شریفہ کی مزید توضیح کے لئے کتب مہدویہ میں بہت بڑا ذخیرہ واضح دلائل کا موجود ہے۔ یہاں بہ خوف طوالت اس کو سرسری انداز میں ہی واضح کیا جارہا ہے۔

اس آیت میں بحث طلب امر صرف ایک ہی ہے یعنی آئندہ زمانہ مستقبل میں اس مرتد ہونے والے لوگ کون ہیں۔ پہلے ثابت ہوگیا ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ یا

آپ کے ساتھی مراد نہیں ہو سکتے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرتدین سے مراد ابتدائے اسلام کے مرتد نہیں ہیں۔ تاریخ کی ورق گردانی سے ظاہر ہے کہ اسلام میں مختلف اوقات میں مختلف فرقے پیدا ہوئے یہ بات تاریخ دان حضرات سے چھپی ہوئی نہیں ہے مثلاً بابکی محمرہ قرامطہ برقعی وغیرہ لیکن تاریخی واقعات اور اس کے قرائن سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ ایسی مرتد جماعت سے تعلق رکھتی جیسے حسن صباح کی جماعت ہے اور جس پر ارتداد کی تعریف بالکلیہ صادق آتی ہے۔

ناظرین کرام کی دلچسپی کے لئے حسن صباح کے مختصر حالات بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ آیت شریف میں قوم یا جماعت کا ارتداد کے متعلق دی گئی خبر واضح ہو جائے۔ حسن صباح حمیری کی نسل سے ہے، اسی وجہ سے اس کو حسن صباح کہتے ہیں۔ اس کی ولادت مقام ''قم'' میں ہوئی اور یہ شخص خواجہ حسن نظام الملک اور عمر خیام کا معاصر ہے۔ یہ تینوں مدرسہ بغداد یہ نظامیہ میں ایک ہی زمانہ کے طالب علم تھے۔ خواجہ نظام الملک تعلیم سے فارغ ہو کر سلطان الپ ارسلان کا اور بعد میں ملک شاہ سلجوقی کا وزیر اعظم بن گیا۔ عمر

خیام کو ایک جاگیر دے کر معاش سے مطمئن کر دیا لیکن حسن صباح اپنی غیر معمولی دانشمندی
اور خداداد ذہانت سے اپنے ہی بل پر کھڑا رہا۔ حسن صباح یہ چاہتا تھا کہ خواجہ نظام الملک کی
جگہ خود وزیر اعظم بن جائے۔ اس لئے اس نے خواجہ کی ایک حسابی غلطی بتائی اور سلطنت
کے جمع وخرچ بنانے کے سلسلہ میں ملک شاہ سلجوقی کو خواجہ سے برہم کرا دیا لیکن کسی وجہ سے
خود حسن صباح کو خجالت اٹھانی پڑی اور وہ اصفہان چلا گیا۔ پھر مصر پہنچ کر مذہب اسمعیلہ کا
مبلغ بن گیا۔ خلیفہ مستنصر باللہ فاطمی نے اس کی بڑی خاطر مدارت کی، خلیفہ مذکور بعض وجوہ
سے اپنے بیٹے نزار کو ولیعہدی سے خارج کر کے دوسرے بیٹے احمد المستعلی باللہ کو ولیعہد بنا دیا
حسن نزار کا طرفدار تھا، جب امیر الجیوش کو معلوم ہوا کہ حسن نزار کی خفیہ دعوت کر رہا ہے تو
امیر مذکور نے مستنصر کے حکم سے حسن کو قلعہ دمیاط میں قید کر دیا۔ اتفاق سے قلعہ کا برج
گر پڑا لوگوں نے اس کو حسن کی کرامت سمجھا، چند عیسائیوں کے ساتھ ایک جہاز میں بٹھا کر

روانہ کردیا گیا۔ سمندر میں طوفان آنے سے تمام جہاز کے مسافر بدحواس ہوگئے لیکن حسن نہایت اطمینان سے بیٹھا رہا۔ ایک مسافر نے پوچھا آپ کس لئے اطمینان سے بیٹھے ہو حسن نے جواب دیا مجھے امام برحق نے اطلاع دی ہے کہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ تھوڑی دیر بعد طوفان جاتا رہا، لوگ حسن کے قدم چومنے لگے، اس کو ایک ولی تسلیم کیا گیا۔ جب جہاز شام پہنچ گیا تو حسن جہاز سے اترا اور خشکی کے راستے سے دیار بکر جزیرہ روم حلب بغداد، خورستان ہوتا ہوا اصفہان آگیا۔ ان تمام بلاد میں وہ مذہب اسمعیلیہ کی دعوت کرتا رہا۔ جب حسن کے مریدوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو قلعہ الموت کے قریب جا کر ٹھیرا۔ یہ لفظ اصل میں آلہٗ آموت ہے، جس کے معنی دیلمی زبان میں آشیانہ عقاب کے ہیں۔ مہدی علوی نے اس قلعہ کو حسن کے ہاتھ بیع کردیا تھا وہ یہاں بیٹھ کر آرام کے ساتھ اپنے مذہب کی اشاعت کرتا رہا اور اپنا شاہانہ جاہ وجلال قائم کیا۔ اگرچہ ملک شاہ سلجوقی نے حسن پر چڑھائی کی اور قریب تھا کہ حسن کو شکست ہوجائے مگر اس نے ایک فدائی کے ذریعہ خواجہ نظام الملک کو قتل کرادیا۔ اتنے میں ملک شاہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ قلعہ الموت کی تسخیر ملتوی رہ گئی اور حسن کا اقتدار بڑھ گیا۔

قلعہ الموت دو پہاڑوں کے درمیاں واقع تھا اس لئے وہ مقام بلد الجبل اور وہاں کا حاکم شیخ الجبل کہلاتا تھا۔ جس کا نام علاء الدولہ تھا۔ اسی کا قول تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک بہشت دینے کا وعدہ کیا تھا جو مجھے مل گئی ہے۔ اس نے دو گھاٹیوں کے بیچ میں ایک خوبصورت باغ بنوایا تھا جس میں مختلف قسم کے میوہ دار درخت اور پھولوں کے درخت موجود تھے۔ اس باغ میں ہر وقت خوبصورت عورتیں موجود رہتی تھیں جو ہر قسم کے باجے بجا کر ناچتی تھیں۔ اس باغ میں وہ لوگ آتے تھے جو حشیش (بھنگ) پینے پر راضی ہوتے تھے۔ باغ میں جانے کا صرف ایک ہی راستہ تھا جن لوگوں کو بہشت دیکھنے کا شوق ہوتا، انہیں بھنگ پلا کر مدہوش کرنے کے بعد باغ میں پہنچا دیا جاتا تھا جب انہیں باغ اور نازنین عورتوں کو دیکھ کر بہشت کا یقین ہو جاتا تو دوبارہ انہیں مدہوش کر کے باہر نکال دیا جاتا۔ درحقیقت اس بہشت کا بانی حسن صباح ہے۔ ان لوگوں کو یقین تھا کہ مرنے کے بعد

اسی جنت میں جگہ مل جائے گی اس لئے وہ ایسے نڈر ہوتے تھے کہ لڑنے مرنے سے نہیں ڈرتے تھے۔ بادشاہوں اور امراء وغیرہ کو دربار میں جا کر قتل کرنا ان کا معمولی کام تھا۔ حسن صباح نے فلسفیانہ طریقہ سے مذہب اسمعیلیہ میں بہت سے نئے مسائل کا اضافہ کیا۔ مسئلہ وجود باری میں اتنی شدت کی کہ نعوذ باللہ خدا کو بیکار اور معطل ثابت کر دیا مثلاً خدا کو قادر کہتے ہیں تو اس لئے نہیں کہ خود اس میں قدرت ہے بلکہ اس لحاظ سے کہ اس نے دوسروں کو قدرت دی ہے۔ اس کے جملہ صفات کی یہی حالت ہے کیونکہ اگر خدا میں صفات ہوں تو وہ مخلوق کے ساتھ مشابہ ہو جائے گا۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی وجہ خدا کی ذات میں شبہ پیدا کر دیا گیا اور ان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہر حکم ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے۔ ہر تنزیل کی ایک تاویل ہے۔ اس مسئلہ کی وجہ سے ان کی نظر میں تمام قرآن و احادیث کے احکام درہم برہم ہو گئے۔ اس مسئلہ سے اس فرقہ کا نام فرقہ باطنیہ پڑ گیا۔ احکام شرعی میں جو تاویلات کی گئی ہیں بطور نمونہ پیش ہیں۔

(1) نماز۔ امام کو یاد کرنا (2) نماز باجماعت۔ امام معصوم کی متابعت (3) روزہ۔ امام کے اسرار کی حفاظت یعنی اپنے مقتدا کے افعال کو خاموشی سے دیکھنا اگر فواحش میں مبتلا ہو تو اس کو بھی افعال حسنہ سمجھنا (4) جنت۔ عیش پسندی (5) زنا۔ دین کے اسرار ظاہر کرنا وغیرہ۔

اسی طرح ہزاروں مسائل ہیں جن میں ہر ظاہر کی باطنی تاویل بیہودہ طریقہ سے کی گئی ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ یوسف نجار کے بیٹے ہیں یہ لوگ قیامت اور حشر و نشر کے قائل نہ تھے۔ مسئلہ تناسخ ارواح وغیرہ صحیح مانتے تھے

حسن صباح 518ھ میں انتقال کیا جس کے جانشین علی التسلسل سات ہیں۔ 654ھ میں ہلاکو خان نے قلعہ الموت پر حملہ کر کے ان باطنیوں کا خاتمہ کر دیا۔ بارہ ہزار باطنی قتل کئے گئے۔ شام اور مصر میں بھی ملک الظاہر ببرس اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے ان باطنیوں کا استیصال کر دیا۔ اس فرقہ کو اس کے عقائد باطلہ کی وجہ سے جیسا کہ بیان کر دیا گیا ہے۔ احکام فقہ اسلامی کے لحاظ ان پر ارتداد کی تعریف پوری پوری صادق آتی

ہے اور احکام فقہی کے نظر کرتے دینی مسائل میں تاویلات باطلہ کئے جائیں تو کون شبہ کرسکتا ہے کہ حسن صباح اور اس کے جانشین جو صباح کے پیرو تھے مرتد نہیں تھے۔ مورخین فارس نے اس فرقہ کو ان عقائد باطلہ اور ظالمانہ قتل وخونریزی کی وجہ سے ملاحدہ کے نام سے یاد کیا ہے (ملاحظہ ہو کتاب نظام الملک طوسی مولفہ عبدالرزاق کانپوری)۔ ان واقعات کے بعد امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک حالات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا کہ آپ 847 ہجری میں پیدا ہوئے اور 887 ہجری میں جبکہ آپ کی عمر شریف چالیس سال کی تھی شہر جونپور سے نکلے اور دین کی تبلیغ ان مقامات یعنی داناپور، کالپی، چندیری، چاپانیر، مانڈو و دولت آباد، احمد نگر، بیدر، گلبرگہ، بیجاپور مختلف مقامات ہوتے ہوئے فراہ مبارک پہنچے اور وہاں 2 سال 5 ماہ مقیم رہنے کے بعد 63 سال کی عمر میں 910 ہجری میں آپ کا وصال ہوا اور اسی مقام مقدس میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ فراہ وہ مقام ہے جو اس فرقہ باطنیہ کے شرقی حدود پر واقع ہے جیسا کہ کتاب نظام الملک طوسی مولفہ عبدالرزاق کانپوری مولفہ البرمکہ مطبوعہ پریس کانپور کے صفحہ 509 کے حاشیہ زیرین پر بتایا گیا ہے۔ شرقی، خواف، مابین و

فراہ وسیستان (یہ کتاب فقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے) غربی، فارس، کرمان کا جنگل، شمالی نیشاپور وسبزدار، جنوبی، بجستان وبیابان کرمان۔ ان حدود اربعہ کے دیکھنے سے ظاہر ہے کہ مقام فراہ قلعہ الموت کے شرقی حدود پر واقع ہے جو حسن صباح کا دارالخلافہ تھا۔ یہاں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہلاکو خان نے 654 ہجری میں اس فرقہ باطنیہ کا استیصال کر دیا اور امامنا علیہ السلام زمانہ مستقبل بعید میں بموجب آیت فسوف یاتی اللہ بقوم (193) سال کے بعد ہندوستان کے ایک شہر جونپور میں پیدا ہوئے ہجرت کرتے ہوئے مع اصحاب بمقام فراہ تشریف لائے جوان مرتدین کے مقبوضہ مقام الموت کے مشرقی حدود میں واقع ہے۔ سچ یہ ہے کہ جہاں درد ہو وہاں دوا کی ضرورت ہے۔ جہاں زخم ہو وہیں مرہم کی حاجت بالفاظ دیگر جہاں گمراہی پھیلی ہو وہیں ہدایت کی احتیاج ہوتی ہے۔ اس لئے خدائے تعالیٰ نے آپ کو بحیثیت خلیفۃ اللہ مہدی موعود علیہ السلام کے لقب سے جو عطا کردہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مبعوث فرمایا اور آیت یا ایھا الذین امنوا من یرتدمنکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یعنی اے مومنو جب لوگ تم میں سے اپنے دین سے پلٹ جائیں تو اللہ ایک قوم کو لائے گا یا ایک قوم کے ساتھ آئے گا کی پیشین گوئی کا کامل ظہور ہوگا۔لہذا اس آیت شریف سے حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کا وقت بعثت اور مقام بعثت کی وضاحت ہو جاتی ہے۔اگر کوئی شخص شبہ ظاہر کرے کہ فرقہ باطنیہ کا محل وقوع قلعہ الموت کے مشرقی حدود میں ہونا اور امامنا علیہ السلام کا اسی محل وقوع کے مشرق میں بمقام فراہ تشریف لانا ایک اتفاقی امر ہے تو اس شبہ کا ازالہ اس حدیث سے ہو جاتا ہے جو حضرت ثوبانؓ سے مروی یہ حدیث اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ امامنا علیہ السلام کا فراہ میں تشریف لانا اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ مشیت ایزدی اسی مقام کی مقتضی تھی کیونکہ ہلاکو خان نے 654ھ میں بغداد کے آخری خلیفہ مستعصم کو قتل کر دیا جس طرح آیت فسوف یاتی اللہ بقوم میں سوف کا لفظ زمانہ مستقبل بعید میں امامؑ کے ظہور کو ثابت

کرتا ہے اسی طرح حدیث ثوبانؓ میں ثم یخرج خلیفة الله المهدی کے الفاظ آئے

ہیں اور لفظ ثم تاخیر وتراخی پر دلالت کرتا ہے اور امام علیہ السلام بلا شبہ زوال بغداد

سے (191) سال بعد پیدا ہوئے۔ حدیث ثوبانؓ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی

پیدائش کا مقام ہند ہوگا اور آپ ہند سے مختلف مقامات میں ہجرت کرتے ہوئے مقام

فرحت بخش فراہ تشریف لائیں گے یہ امر تحقیق ذیل واضح ہوگا۔ ابن ماجہ، حاکم اور ابو نعیم نے

حضرت ثوبانؓ سے جو روایت کی ہے وہ یہ ہے۔

عن ثوبانؓ قال قال رسول الله ﷺ یقتل عند کنزکم ثلثة کُلُّهُم ابن

خلیفه لا یصیر الی احد منه ثم تطلع الریات السود من قبل المشرق

فیقتلونکم قتلاً لم یقتله قوم ثم یجئی خلیفة الله المهدی فاذا سمعتم به فاتوه

فبایعوه ولو حبوا عل الثلج فانه خلیفة الله المهدی

ترجمہ:۔ ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خزانے

(خلافت) کے لئے تین آدمی جھگڑا کریں گے لیکن ایک بھی اس پر قابض نہ ہوگا۔ پھر مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے وہ تم کو ایسا قتل کریں گے کہ اب تک کسی قوم نے ایسا قتل نہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد خلیفۃ اللہ مہدی آئیں گے جب تم مہدی کو سن پاؤ ان کے پاس پہنچو اور بیعت کرو اگر چہ برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے کیونکہ وہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں۔

اس حدیث میں حسب ذیل امور مذکور ہیں۔

(۱) خلیفہ کے تین بیٹوں کا خلافت کے لئے جھگڑا کرنا مگر خلافت کسی کو نہ ملنا۔

(۲) مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کا نمودار ہونا۔

(۳) مسلمانوں کا ایسا قتل کہ کبھی بھی ایسا نہ ہوا ہو۔

(۴) واقعات مذکورہ کے بعد خلیفۃ اللہ مہدی کا ظہور۔

(۵) خلیفۃ اللہ مہدی کے ظہور کے بعد آپ کے پاس جانے اور بیعت کرنے کا حکم اگر چہ برف پر سے رینگتے جانا پڑے۔

یہاں اس حدیث کی توضیح نہایت اختصار سے کی جائے گی اگر تفصیلی وضاحت دیکھنا ہے تو قومی کتب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

خلیفہ کے تین بیٹوں سے مراد حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے تین فرزند حضرت امام حسنؓ حضرت امام حسینؓ اور محمد بن حنیفہؒ ہیں جو خلافت سے محروم رہے۔ اس حدیث میں کنز کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی معنوی خزانہ یا مخزن کے ہیں لیکن لفظ خلیفہ اور واقعات مضمون کے قرائن سے خلافت کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ خلیفہ کے تینوں بیٹوں کا خزانہ یا مال و دولت کے لئے جھگڑا کرنا قرین قیاس نہیں بلکہ اپنے باپ کے جانشین ہونے یا خلافت کے لئے جھگڑا کرنے کا مفہوم صحیح اور قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔

مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈے نکلنے سے مراد ابو مسلم خراسانی کا خروج ہے۔ جو سیاہ جھنڈے لے کر نکلا اور خلافت عباسیہ کی بنیاد ڈالی۔

ثم تطلع الرایات السود سے خلافت عباسیہ کے قیام کی طرف اشارہ کیا گیا

ہے جس کی ابتداء ابو عبد اللہ سفاح سے اور انتہا خلیفہ مستعصم پر ہوئی۔ فیقتلونکم میں ضمیر مفعولی کم کے مخاطب مسلمان ہیں کیونکہ یہاں غیر مسلم سے خطاب کا کوئی محل وموقع ہی نہیں ہے۔اور فیقتلون کی ضمیر جمع غائب بطور معہو د ذہنی کفار کی طرف راجع ہے اور فا تعقیب مع الوصل کے لئے مستعمل ہے جیسا کہ اصول الشاشی میں لکھا ہے (یہ کتاب درس نظامیہ کے کتب میں شامل ہے) **الفاء للتعقیب مع الوصل ولھذا تستعمل فی الاجزیة** یعنی فاکلمہ تعقیب کے واسطے آتا ہے۔(یعنی معطوف علیہ کا وجود مقدم اور معطوف کا مؤخر ہوتا ہے مگر یہ تعقیب مع الوصل ہوتی ہے(یعنی مابین معطوفہ علیہ مامھلت نہیں) اسی وجہ سے فاکلمہ کا استعمال جزامیں آتا ہے۔

کتاب مذکور کے حاشیہ پر اس کی مثال یہ دی گئی ہے اگر کسی نے اپنی زوجہ سے کہا کہ ان دخلت الدار فانت طالق یعنی اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو مطلقہ ہو جائے گی۔

تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ خلافت عباسیہ کی انتہا یا خاتمہ کے وقت جس کی ابتداء سفاح کی خلافت سے ہوئی تھی مسلمانوں کے قتل عام کا واقعہ مستعصم خلیفہ بغداد کی گرفتاری کے بعد ہی بلا فصل وتاخیر ظہور میں آیا گویا قتل مذکور تعقیب مع الوصل پر دلالت کرتا ہے۔

الرایات السود کی تشریح

مشرق کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کا نکلنا خلافت عباسیہ کے قیام کا بنیادی واقعہ ہے۔ خاندان عباسیہ حضرت عباسؓ کی اولاد سے ہے۔ آپ کے چار بیٹے تھے عبداللہ فضل، عبداللہ قیسان، عبداللہ کو ابن عباس بھی کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ کے فرزند علی باپ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ علی کی وفات پر ان کے فرزند محمد اپنے خاندان کے متولی ہوئے۔ انہوں نے خلافت کو نئی طرز میں پیش کیا وہ کہتے ہیں حضرت حسین کے بعد خلافت امام زین العابدین کو نہیں ملی بلکہ محمد بن حنفیہ اس کے والی ہوئے پھر ان کے بیٹے ہاشم نے یہ حق مجھ کو دے دیا ہے۔ یہ تحریک بڑے استقلال سے جاری رہی۔ خلیفہ ہشام نے حضرت زید کو جو حضرت حسنؓ

کے فرزند اور خلافت کے مدعی تھے دربار سے بے حرمتی کے ساتھ نکالا زید کوفہ آ گئے اور اپنے لواحقین کو نصیحت کی کہ ہشام کے خلاف کوئی جدوجہد نہ کی جائے لیکن بعض لواحقین علم بغاوت بلند کرنے پر ہشام نے حضرت زید کو قصور مند تصور کر کے دربار میں شہید کر ڈالا اور نعش لواحقین کے سپرد کر دی۔ اتنے میں ہشام نے پھر نعش طلب کی تو ان کے لواحقین نے نہر میں دفنا کر پانی بہا دیا تھا امویوں نے پتہ لگا کر نعش نکال لائی اسی نعش کو سولی پر لٹکا کر نذر آتش کیا اور نعش دریائے فرات میں پھنکوا دی گئی اور اسی واقعہ سے لوگوں کو مدعیان خلافت عباسیہ میں جوش پیدا کرنے اور بنی امیہ کی سلطنت کو ختم کرنے کا موقع مل گیا۔ ابومسلم خراسانی نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو خلافت دلانے کی حمایت کی اور ایک بڑی جماعت کو اپنا طرف دار بنالیا۔

ابو مسلم خراسانی نے بنو امیہ کے مظالم حضرت علیؓ سے لے کر امام حسینؓ محمد بن حنفیہ حضرت زید ان کے بیٹے یحیٰ پر بتا کر لوگوں کو اہل بیت کے غم میں سیاہ جامہ پہننے کی ترغیب دی اور اپنے جھنڈے کے نیچے سب کو جمع کیا اس وقت سے عباسیہ کا سیاہ رنگ مشہور ہو گیا۔ یحیٰ کے قاتلوں کا تعاقب کیا گیا جو لوگ آل رسول کے طرفدار تھے وہ سب ابو مسلم خراسانی کے حامی بن گئے ابو مسلم نے ایک جلسہ کی تجویز کی پہاڑوں پر آگ سلگا کر اپنے دیگر حامیوں کو طلب کیا ابو مسلم کا سیاہ جھنڈا جس کو بادل اور سایہ کہتے تھے خراسان کی طرف شہر بہ شہر قریہ بہ قریہ پھرنے لگا۔ ابو مسلم خراسانی کی فوج سیاہ جھنڈیوں کا مظاہرہ کرنے لگی۔ آخری بادشاہ بنی امیہ کے گورنر نصر کو مرو سے نکالنے کی ٹھان لی۔ نصر نے مروان حمار آخری خلیفہ بنو امیہ سے مدد مانگی مگر مدد آنے سے پہلے فرغانہ اور خراسان کے علاقے ابو مسلم کے قبضہ میں آ گئے مروان حمار کو اصل شخص کی فکر پڑ گئی جس کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ جاسوسوں نے خبر دی کہ محمد بن علی کے بعد ابراہیم امام ان کے بیٹے اس بغاوت کے بانی ہیں۔ جس کی طرف سے ابو مسلم خراسانی سیاہ جھنڈیوں کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ مروان حمار نے ابراہیم امام کو گرفتار کر کے حران لے آیا یہاں وہ اور ساتھیوں کے ساتھ نظر بند رہے۔ اس واقعہ سے ابو مسلم خراسانی کے استقلال میں کوئی فرق نہ آیا وہ نصر کو شکست دے کر مغرب کی طرف بڑھا اس کے ساتھ خالد

بن برمک ایرانی بھی تھا جس کی اولاد میں یحییٰ برمکی کے بیٹے جعفر برمکی نے ہارون رشید کے زمانے میں بڑی شہرت حاصل کی۔

ابو مسلم خراسانی نے نہاوند اور کوفہ کو فتح کر لیا مروان بحالت غضب و وحشیانہ حرکات کا مرتکب ہوا جس کا نتیجہ شکست کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کو خبر ملی کہ ابراہیم امام بحالت نظر بندی ابو مسلم خراسانی سے نامہ و پیام کر رہے ہیں اس لئے حکم دیا کہ ابراہیم کا سر مشک میں بجھا چونا ڈال کر پانی سے بھر دیا جائے۔ اس طرح انکی وفات ہوئی۔ ابراہیم امام نے اپنی زندگی میں اپنے بھائی ابو العباس کو خلافت دی تھی ابو العباس نے اپنے بھائی کے انتقام کی قسم کھائی اور ایسے سخت طریقہ سے انتقام لیا کہ سفاح کا خطاب پایا۔ ابو مسلم خراسانی نے بمقام زاب مروان حمار کو ایسی شکست دی کہ وہ فرار ہو کر دمشق پہنچا وہاں خطرہ دیکھ کر قسطنطنیہ گیا اور وہاں سے ایک رومی علاقہ کی طرف جا رہا تھا کہ قسطنطنیہ کے جانشین سے مدد حاصل کرے بصورت تعاقب وہ مصر کے علاقہ میں دریائے نیل کے کنارے ایک قریہ کے گرجا میں جا چھپا دشمن

کو آتا ہوا دیکھ کر تلوار لے کر لپکا مگر نیزے کی نوک سے چھد کر رہ گیا مروان حمار کا مرنا تھا کہ بنوامیہ کی سو سالہ حکومت ختم ہو گئی۔ ابوالعباس خاندان عباسیہ کا خلیفہ بنا اور اپنے بھائی کا ایسا انتقام لیا کہ سفاح کا خطاب پایا ہے۔ یہ ہیں واقعات سیاہ جھنڈوں کے جس کی طرف حدیث مذکورہ میں اشارہ پایا جاتا ہے **ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق** یعنی پھر سیاہ جھنڈے مشرق کی طرف سے نکلیں گے۔

اس کے بعد حدیث ثوبانؓ میں مسلمانوں کے قتل عام کی تفصیل اور زوال بغداد کا ذکر ہے۔ جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ حدیث ثوبانؓ میں **فیقتلونکم** کے الفاظ سے جن مسلمانوں کے قتل کا ذکر کیا گیا ہے وہ واقعہ زوال بغداد کے متعلق ہے۔ جس کی کیفیت ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

بغداد خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں خیر البلادِ عالم کہلاتا تھا جب مستعصم باللہ بن مستنصر باللہ بغداد میں خلیفہ ہوا چار سو خادم ہر وقت اس کی بارگاہ میں رہتے تھے۔ کسی ملک کا

کرر ہے ہیں اس کے انجام بد سے بچنا چاہئے ناصر الدین کے پاس بھیج دیا ناصر الدین خفا
ہو کر محقق طوسی کو قید کر دیا تھا۔اب وہ ہلاکو خاں کی فتح پر قید سے چھوٹے اور ایلخان نے ان کو اپنا
نوکر بنالیا ہلاکو خاں مہمات سلطنت میں محقق طوسی سے مشورہ کرتا تھا۔ابن العلقمی نے خفیہ طور
پر ایک ایلچی ہلاکو خاں کے پاس روانہ کیا خلیفہ کی شکایت ظاہر کر کے خواہش کی کہ بغداد
پر چڑھائی کی جائے تو بلا تکلیف جنگ حکومت بغداد حوالہ کر دی جائے گی۔

جب ہلاکو خان کی چڑھائی کی خبر بغداد میں پھیلی بعض امراء خلیفہ نے خلیفہ کی غفلت
پر ملامت کی اور کہا کہ ہلاکو خاں کی فوج کے آنے سے پہلے اسباب جنگ مہیا کرنا چاہئے تھا۔
ابن العلقمی نے ان باتوں کو خلیفہ کے سامنے بے وقعت کر دیا اور کہا اگر بغداد کی عورتیں اور
بچے کوٹھوں پر سے پتھر اور اینٹیں پھینک دیں تو ہلاکو کی فوج تباہ ہو جائے گی۔اور پوشیدہ طور پر
خلیفہ کے حالات کی اطلاع ہلاکو کو دیتا تھا۔یہاں تک کہ ہلاکو کی فوج بغداد کی طرف آ گئی اور
لڑائی شروع ہو گئی۔بغداد کے بہت سے آدمی مارے گئے شام کے وقت ہلاکو نے لڑائی روک

دی پچاس دن تک بغداد کا محاصرہ کئے رہا۔ اس حالت میں مجد الدین شدید الدین اور شمس الدین ایک ایلچی کو ہلاکو کے پاس اس کے پیام کے ساتھ بھیجا کہ ہم نے اپنے آباء واجداد اور بارہ امام علی الخصوص امیر المومنین حضرت علیؓ سے ایسا سنا ہے کہ تم اس ملک کے مالک ہوں گے اور والی گرفتار ہو جائے گا۔ اس پیام سے ہلاکو بہت خوش ہوا انعام اور ان کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ علاؤ الدین عجمی وہاں گئے اور اہل محلّہ کی جان بچائی خلیفہ اب بھی ابن العلقمی سے مشورہ کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ مغلوں کی فوج زیادہ ہے اور ہمارے پاس مقابلہ کے لئے اسباب نہیں ہیں۔ لہذا جنگ کا خیال چھوڑ کر تواضع اور مدارات سے پیش آنا چاہئے اس لئے خلیفہ کو ہلاکو کے پاس جانا چاہئے ہلاکو کا مقصد جواہرات ہے وہ اسے دیدینا چاہئے۔ مسلمانوں کی جان بچ جائے گی۔ خلیفہ مستعصم باللہ نے اپنے دونوں بیٹوں ابوبکر اور عبدالرحمٰن نیز اعیان سلطنت کے ساتھ سوار ہو کر ہلاکو کی طرف چلا جب قریب بارگاہ پہنچا تو کثیر آدمیوں کو داخلہ کی اجازت نہ ملی۔ خلیفہ کو معہ دو بیٹوں اور دو تین خادموں کے خیمہ میں بلایا جب صبح

بادشاہ بھی اس حد تک رسائی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک پتھر مانند حجر اسود کے رکھ چھوڑا تھا جس پر اطلس سیاہ بمنزلہ آستین پڑا رہتا تھا اطراف سے جو بادشاہ آتا تھا اس اطلس کو بوسہ دے کر چلا جاتا تھا۔

آتابک سعد مظفر الدین ابوبکر بادشاہ شیراز کے زمانے میں قاضی القضاۃ مجد الدین بن اسمٰعیل قاضی بطور ایلچی گری مستعصم کی خدمت میں بھیجے گئے اور پتھر کا بوسہ دینا ضروری قرار دیا گیا چونکہ قاضی بڑے دیندار تھے اس لئے ان کو اتنی اجازت ملی کہ انہوں نے پتھر پر قرآن شریف رکھا اور اسے بوسہ دیا۔ جب خلیفہ عید کے دنوں میں سوار ہوتا تھا تو خلیفہ کو دیکھنے کے لئے لوگ گذرگاہ کے بالاخانے کرایہ پر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ کرایہ کی آمدنی تین ہزار دینار ہوئی۔

وزیر سلطنت موید الدین محمد بن عبدالملک ابن العلقمی تھا جو بڑا فاضل اور ناظم بھی تھا۔ مستعصم لہو ولعب، عیش وعشرت میں مشغول رہتا تھا اور تمام امور سلطنت حسب رائے ابن العلقمی انجام پاتے تھے مقربان بارگاہ خلیفہ وزیر کا احترام نہیں کرتے تھے۔ اس لئے وہ آزردہ خاطر رہا کرتا تھا۔ اور خلیفہ سے بداعتقاد ہو گیا تھا۔ ابن العلقمی کے باغی ہو جانے کا اصلی سبب یہ بھی تھا کہ مستعصم کے بیٹے امیر ابوبکر نے لشکر بھیج کر کرخ محلہ بغداد کو جس میں شیعہ رہتے تھے غارت کر دیا۔ اور سادات بنی ہاشم کو قید کر دیا۔ عورتوں اور لڑکیوں کو رسوائی وذلت کے ساتھ گھروں سے باہر نکالا۔ ابن العلقمی مذہب امامیہ سے تعلق رکھتا تھا امیر ابوبکر کی اس حرکت سے سخت رنج ہوا اور اسی وقت سے ابن العلقمی کو فکر ہوئی کہ کس طرح خلیفہ اور اس کے پیرووں کو موت کے گھاٹ اتارا جائے۔

اسی اثناء میں کہ ہلاکو خاں ۶۵۴ھ میں قلعہ الموت کو فتح کر کے ایک سو ستر سال کی سلطنت صباح اسمٰعیلی کو برباد کر چکا تھا۔ جیسا کہ اس کی کیفیت بیان کر دی گئی ہے۔ نصیر الدین طوسی مصنف اخلاق ناصری الملقب بہ محقق طوسی نے ایک قصیدہ مستعصم کی تعریف میں لکھ بھیجا۔ ابن العلقمی نے اسی قصیدہ کی پشت پر یہ عبارت لکھ کر کہ مولانا نصیر الدین خلیفہ سے خط وکتابت

ہوئی تو ہلاکو نے بغداد کی غارت گری کا حکم دیدیا۔ مستعصم جس قدر مال و دولت اپنے سابق خلفائے بغداد سے ورثہ میں پایا تھا وہ سب لوٹ میں ضائع ہو گیا۔ دو تین دن بعد مستعصم نے نماز صبح میں آیت شریف قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء کی قراءت کی یعنی کہدو اے محمد کہ تمہاری امت اس طرح دعا کرے اے اللہ تو مالک کا مالک ہے جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ لوگوں نے اس کا ذکر ہلاکو سے کیا ہلاکو نے کہا کھانا روک دو جب بھوک سے بے حال ہوا تو محافظوں سے کھانا مانگا اس کی اطلاع بھی ہلاکو کو ہوئی ہلاکو کے حکم سے ایک تھال اشرفیوں بھرا ہوا خلیفہ کے سامنے رکھا گیا اور کہلایا گیا کہ اس کو کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ مستعصم نے جواب دیا کہ اسے انسان کیوں کر کھائے ہلاکو نے جو بہ وساطت ترجمان کہلایا اگر زر کھانے کی چیز نہیں ہے تو اسے فوج اور مددگاروں میں تقسیم کیوں نہیں کیا

کہ اس میں ہمارا حصہ نہ ہوتا۔ ہلاکو نے خلیفہ کو زندہ رکھنے یا قتل کر دینے میں اپنے ملازمین سے مشورہ کیا۔ اہل اسلام نے کہا کہ لوگ مستعصم کو خلیفہ رسول اور امام برحق جانتے ہیں اگر اس کو قتل کیا جائے تو آسمان الٹ کر گر جائے گا مسلمانوں ہی سے بعض غداروں نے کہا جب امام حسینؓ رسول اللہ ﷺ کے نواسے شہید ہوئے تھے آسمان ٹوٹ کر نہیں گرا تو مستعصم کے قتل پر کیسے آسمان ٹوٹ کر گرے گا۔ اس پر بھی ہلاکو نے کہا کہ خون مستعصم سے تیغ کو رنگین نہ کیا جائے پھر اس کو نَمدَہ میں لپیٹ کر اتنا ہلا دیا کہ خلیفہ کی جان نکل گئی یہ واقعہ ۶۵۶ھ کا ہے چونکہ بغداد ابن العلقمی کی کوشش سے فتح ہوا تھا اس لئے اسے امید تھی کہ حکومت بغداد اسی کو ملے گی مگر ہلاکو نے اس الزام پر کہ اس نے اپنے ملک سے بے وفائی کی ہے اس کو حکومت بغداد سے محروم رکھا ابن عمران ایک معمولی اور مفلس آدمی تھا کچھ لکھنا پڑھنا جانتا تھا۔ حملہ ہلاکو سے کچھ پہلے ایک دن دوپہر میں حاکم یعقوبہ کے پاؤں دبا رہا تھا کہ نیند آ گئی ہاتھ رکا تو حاکم یعقوبہ نے سبب پوچھا اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ خلافت بغداد کا خاتمہ

ہوگیا ہے اور میں حاکم بغداد ہوگیا ہوں۔ حاکم بعقوبہ نے ایک لات ماری کہ بے چارہ نیچے گر پڑا۔

جب ہلاکو نے بغداد کا محاصرہ کرلیا تو ابن عمران نے ایک تیر پر کاغذ چسپاں کر کے یہ تحریر لکھی کہ مجھے خلیفہ سے مانگ لیں۔ میں آپ کے بہت کام آؤں گا۔ تیر کمان سے نکلا اور بغداد کی طرف جا گرا ہلاکو کو اس عبارت سے واقف کرایا گیا ہلاکو ابن عمرانؓ کو بلوالیا تو گوداموں کے راز معلوم ہوئے ہلاکو خوش ہو کر اسے حاکم بغداد بنا دیا اور ابن العلقمی اس کا ماتحت قرار پایا جو اپنے کئے پر سخت نادم ہوا لوگ دیواروں پر لکھتے تھے۔ لعن اللہ من لا یلعن ابن العلقمی (خدا اس شخص پر لعنت کرے جو ابن العلقمی پر لعنت نہیں کرتا) چالیس دن تک لشکر ہلاکو قتل و غارت میں مشغول رہا سولہ لاکھ جانیں تلف ہوئیں وحشی مغلوں نے شیر خوار بچوں کو تک نہ چھوڑا گلیوں میں خون کی نالیاں بہہ رہی تیں دریائے دجلہ کا پانی میلوں ارغوانی ہوگیا (ماخوذ از تاریخ وصاف و تاریخ امیر علی)

حدیث ثوبان کے الفاظ فیقتلونکم قتلا لم یقتله قوم یعنی (وہ کفار) تم (مسلمانوں) کو ایسا قتل کریں گے کہ کسی قوم نے اس طرح قتل نہ کیا ہوگا) اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو خلافت بغداد کے خاتمہ کا واقعہ ہے یہاں یہ بات روز روشن کی طرح صاف ہو جاتی ہے کہ حدیث ثوبانؓ کی پیشین گوئیوں یعنی (۱) خلیفہ کے تین بیٹوں کا خلافت سے محروم رہنا۔ سیاہ جھنڈوں کا مشرق سے نکلنا اور مسلمانوں کے بے دریغ قتل کے بعد ثم یجئی خلیفة الله المهدی فاذا سمعتم به فاتوه فبایعوه (یعنی پھر خلیفۃ اللہ مہدی آئیں گے جب تم آپ کے حال سن لو تو آپ کے پاس جاؤ اور بیعت کرو) کے الفاظ بیان کئے گئے۔ فاتوہ اور فبایعوہ امر کے صیغے ہیں جو بلا قرینہ ہونے کی وجہ سے وجوب پر دلالت کرتے ہیں یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ مہدی علیہ السلام کی بیعت مسلمانوں پر واجب ہے پھر اس پر ولو حبواء علی الثلج کی تاکید بھی آئی ہے۔ (یعنی برف پر سے رینگتے ہوئے جانا ہو تو جا کر بیعت کرو) جب امامنا مہدی علیہ السلام زوال بغداد کے بعد جو ۶۵۶ ھ میں ہوا

۸۴۷ھ میں (۱۹۱) سال کے بعد پیدا ہوئے تو ثم کا لفظ اتنی تعقیب وتاخیر پر بدرجہ اولیٰ دلالت کرتا ہے۔ لفظ ثم کے تاخیر کی کوئی حد معین نہیں ہے چنانچہ دیکھئے اسی حدیث میں ثم تطلع الریات اسود (پھر سیاہ جھنڈے نکلیں گے) سے خلافت عباسیہ کے بنیادی واقعہ کی خبر دی گئی ہے۔ اور سیاہ جھنڈوں کا واقعہ بنی امیہ کی حکومت کے سو سال کے بعد ظہور میں آیا ہے۔ اس لئے (۱۹۱) سال کی تاخیر کوئی تعجب خیز بات نہیں بلکہ عین منشاء حدیث کے مطابق ہے۔

اب حدیث ثوبانؓ کے آخری حصہ ولو حبوا علی الثلج کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم کو برف پر رینگتے جانا پڑے تو جاؤ اور مہدی علیہ السلام کی بیعت کرو۔

لغات عرب کی ورق گردانی سے ظاہر ہوا کہ ولو حبوا علی الثلج نہ کوئی خاص محاورہ ہے نہ کوئی ضرب المثل جو کسی مخصوص معنی کے لئے آیا ہو بلکہ اس سے رسول اکرم ﷺ نے ایسے مقام کی خبر دی ہے جو ملک عرب اور اس مقام کے درمیان جہاں مہدی علیہ السلام پیدا ہوں گے ایک دشوار گذار برفانی مقام ہوگا۔ جس پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے بھی تو جا کر آپ کی بیعت کرو اور اس حدیث شریف کی روشنی میں عرب کے حدود اربعہ پر نظر ڈالنے اور تحقیق کرنے سے حدیث مذکور کا مشار الیہ مقام معلوم ہونا ثابت ہوتا ہے۔

مشرق کا حصہ۔ جنوبی حصہ میں کوئی برفانی مقام نہیں ہے جہاں صحرائے عرب ساحل ایران وبلوچستان وغیرہ ہیں۔ البتہ شمالی حصہ میں خراسانی پہاڑیاں ہیں۔ جہاں چھ چھ ماہ تک برف جمی رہتی ہے آمدورفت کا راستہ بند رہتا ہے۔ اور یہ نہایت دشوار گذار ہے۔ راستہ کی دشواری کا اندازہ بابر کے اس سفرنامہ سے ہوسکتا ہے جو اس کا خودنوشتہ چغتائی زبان میں ہے اس کا ترجمہ اکبراعظم کے زمانے میں عبدالرحیم خان خاناں تزک بابری کے نام سے کیا ہے۔ بابر سلطان حسین مرزا کے بلانے پر ہرات سے کابل روانہ ہوا اور برف کی کیفیت بیان کرتا ہے۔

"در نواحی چچران خود برف از ران اسپ بلند بود پاھائی اسپ برزمین نمیر سید" یعنی نواحی چچران میں برف گھوڑے کی ران سے بلند تھی گھوڑے کے پاؤں زمین پر نہیں پہنچتے تھے آگے چل کر لکھتا ہے نزدیک بیک هفته برف زیر کرده از یک کرده نیم کرده زیاده کوچ نمی توانستیم کرد۔ یعنی تقریباً ایک ہفتہ کے عرصہ میں ہم برف ہٹا کر ایک کوس ڈیڑھ کوس سے زیادہ کوچ نہیں کر سکتے تھے۔

اس بیان سے واضح ہے کہ خراسان کی برفانی پہاڑیوں کا راستہ برف باری کی وجہ سے نہایت دشوار گذار ہے جب ایک ہفتہ میں ڈیڑھ کوس راستہ چلا گیا ہے تو کیا یہ رفتار حدیث ثوبانؓ کے مضمون کے مطابق رینگتے ہوئے جانے کی جیسی نہیں ہے۔

بہرحال خراسان کا علاقہ ایسا علاقہ ہے جہاں برف جمتی ہے اور اسی علاقہ کے مشرق میں ہندوستان واقع ہے جہاں برف نہیں جمتی اور اسی ہندوستان کے شہر جونپور میں امامنا علیہ السلام ۸۴۷ھ میں پیدا ہوئے اور ہندوستان کے مختلف اور بہت سارے شہروں میں ہجرت کرتے ہوئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے واپسی پر گجرات پہنچے پھر یہاں سے مختلف مقامات سے ہجرت کرتے ہوئے شہر فراہ پہنچے۔ خراسانی پہاڑیوں کی برف باری ایک طرف فراہ پر دوسری طرف کابل پر ختم ہوتی ہے۔ اس لئے حدیث ثوبانؓ میں ولو حبوا علی الثلج یعنی اگرچہ برف پر سے رینگتے جانا پڑے مطلب یہ ہے کہ امامنا علیہ السلام ہندوستان میں پیدا ہوں گے اور آپ مختلف مقامات پر ہجرت کرتے ہوئے شہر فراہ آئیں گے جہاں

آپ کا مزار مبارک ہے جب تم کو امامنا کے ظہور کا حال سننے میں آئے تو ہند میں کسی مقام پر رہیں یا فراہ آجائیں تو اس برفانی علاقہ کو بہزار دقت طئے کر کے جاؤ اور بیعت کے لئے امام مہدی کی خدمت میں پہنچ جاؤ اور بیعت سے مشرف ہو جاؤ کیونکہ آپ کی بیعت فرض ہے۔

اس سے پہلے فسوف یاتی اللہ بقوم کی تفسیر میں صباحی مرتدوں کے محل وقوع سے منجانب مشرق فراہ کا مقام ثابت ہوا اور اب حدیث ثوبانؓ سے بھی ہندوستان کے علاوہ مقام فراہ ثابت ہو رہا ہے۔ گویا حدیث ثوبانؓ آیت مذکورہ کی تفسیر ہے اس کے بعد اس شبہ کا ازالہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے کہ امامنا علیہ السلام کا فرہ میں تشریف لانا اور فرقۂ باطنیہ کے مقام سے فراہ کا مشرقی حدود میں داخل رہنا ایک اتفاقی امر نہیں ہے۔ بلکہ مشیت ایزدی بموجب آیت واحادیث مقتضی تھی کہ آپ کا مولد ہندوستان ہے تو فراہ میں آپ کا مزار مبارک ہو ہماری بات کی تائید میں ایک اور حدیث پیش کی جاتی ہے جو نسائی میں ثوبانؓ ہی سے مروی ہے۔

عن ثوبان مولی رسول الله ﷺ قال قال رسول الله ﷺ عصابتان من امتی احرز هما الله من النار عصابة تغزو الهند وعصابة مع عیسیٰ علیه السلام (نسائی شریف جلد ثانی صفحہ ۳۰)

ترجمہ:۔ ثوبانؓ جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری امت میں دو گروہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے بچا دیا ایک گروہ ہندوستان میں لڑے گا دوسرا عیسیٰ کے ساتھ ہوگا۔

اس حدیث میں دو جماعتوں کا ذکر آیا ہے ایک ہند میں لڑے گی دوسری عیسیٰ کے ساتھ ہوگی۔ پہلے ہند کی جماعت کس کی ہوگی اس کی صراحت نہیں ہے دوسری مامور من اللہ عیسی علیہ السلام کے ساتھ ہوگی۔ پہلی جماعت جو دوزخ سے محفوظ رہنے والی ہے غیر مامور من اللہ کی کیسی ہو سکتی ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ پہلی جماعت ضرور مہدی علیہ السلام کی جماعت ہے کیونکہ دوزخ سے بچنا ہلاکت سے بچنا ہے۔ اور مہدی دافع ہلاکت امت محمدیہؐ ہونا ایک مطلب رکھتا ہے جیسا کہ حدیث شریف کیف تهلک امتی انا فی اولها وعیسیٰ فی

آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا یعنی وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں ہوں اور عیسیٰ آخر میں اور مہدی میرے اہل بیت سے اس کے وسط میں ہیں سے ظاہر ہے۔

اس حدیث میں تغزوا الھند کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ ہند میں لڑنے والی جماعت مہدی علیہ السلام کی جماعت ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

چونکہ ہمارا مقصد اس تحریر کا یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام کا وقت بعثت آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور علمائے امت کے رایوں اور مقدس اولیاء کرام کی پیشین گوئیوں کی روشنی میں واضح کرنا ہے اسی لئے یہاں ہم تمام دلائل اسی مضمون کے پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ایک اور حدیث شریف جو حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے اس سے امام مہدی علیہ السلام کا (۱۰۹ھ) میں ظاہر ہونا ثابت ہوتا ہے بہ خوف طوالت صرف حدیث مذکورہ کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے تم میں نبوت رہے گی پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھا دے گا جب تک اللہ چاہے خلافت نبوت کے اصول پر رہے گی پھر اللہ تعالیٰ اس کو بھی اٹھا دے گا پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا کاٹ کھانے والی بادشاہت رہے گی پھر اس کو بھی اللہ تعالیٰ اٹھا دے گا پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے جبری بادشاہت رہے گی پھر اس کو بھی اللہ تعالیٰ اُٹھا دے گا۔ پھر خلافت نبوت کے اصول پر رہے گی اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے اس کو احمد نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے۔

اس حدیث میں حسب ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ یعنی وہ خلافت جو نبوت کے اصول پر ہو گی۔

(۲) خلافت علی منہاج النبوۃ کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت

(۳) کاٹ کھانے والی بادشاہت کے بعد جبر وتشدد کی بادشاہت

(۴) جبر وتشدد کی بادشاہت کے بعد خلافت علی منہاج النبوت

یعنی وہ خلافت جو نبوت کے اصول پر ہوگی ہر ایک کی تفصیل ناظرین کی دلچسپی کے لئے مختصراً لکھ دی جاتی ہے۔

(۱) رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ سے مراد خلافت راشدہ ہے اور اس خلافت کے خلفاء جملہ پانچ ہیں پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں جن کی مدت خلافت ۲ سال ۶ ماہ ۴ یوم رہی۔ دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ ہیں جن کی مدت خلافت ۱۰ سال ۶ ماہ ۴ یوم رہی۔ تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنیؓ ہیں جن کی مدت خلافت ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۳ یوم رہی چوتھے خلیفہ حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں جن کی مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ ۸ یوم رہی پانچویں خلیفہ حضرت امام حسنؓ ہیں جن کی مدت خلافت چھ ماہ سے کچھ کم ہے۔

(۲) خلفائے راشدین کی خلافت کے بعد جو علی منہاج النبوۃ تھی کاٹ کھانے والی بادشاہت سے مراد بنو امیہ کی حکومت ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہوا ہے الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم بعده ملكا عضوضاً. یعنی خلافت راشدہ میرے بعد تیس سال رہے گی۔ پھر اس کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی اس بادشاہت کی طرف ملکا عضوضا کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بنی امیہ کی حکومت میں جتنے بادشاہ گذرے ہیں ان میں قابل ذکر یہ ہیں پہلے بادشاہ حضرت امیر معاویہ ہیں دوسرا بادشاہ یزید بن معاویہ تیسرے معاویہ بن یزید چوتھا مروان بن حکم پھر علی التسلسل عبدالملک، ولید، سلیمان، عمر بن عبداللہ، یزید بن عبدالملک، ہشام وغیرہ ہیں۔ آخری بادشاہ مروان حمار ہے ان سب کے منجملہ حضرت معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز خلیفہ کے نام سے موسوم ہیں باقی بادشاہ یا امراء ہیں۔ تاریخ بین حضرات سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ بنو امیہ کے دور حکومت میں خود حضرت معاویہ کی زندگی میں یزید پلید نے حضرت امام حسن ابن علی کرم اللہ وجہ کو زہر دلوا دیا اور یزید کے زمانہ میں امام عالی مقام حضرت حسینؓ معہ اقرباء شہید کر دیئے گئے۔ یزید نے

امویوں کی ایک فوج بھیج کر اہل مدینہ پر حملہ کرایا اس لڑائی میں بڑے بڑے اصحابؓ شہید ہو گئے۔ ہشام نے حضرت زید بن حسنؓ کو سر دربار شہید کیا پھر نعش سولی پر لٹکائی پھر جلا کر راکھ دریائے فرات میں پھینک دی حضرت زید کے فرزند حضرت یحییٰ کا قتل ہوا۔ بہر حال اس حکومت کو حسب فرمان نبوی کاٹ کھانے والی حکومت کہنا بالکل مناسب ہے۔

(۳) کاٹ کھانے والی حکومت کے بعد جبری ملک کا ذکر آیا ہے چونکہ بنی امیہ کے بعد سوائے بنی عباس کی حکومت کے کوئی حکومت نہیں ہے اس لئے اس سے مراد خلافت عباسیہ ہے جس کا پہلا خلیفہ ابو عبد اللہ سفاح ہے جن کی تعداد جملہ (۳۷) ہوتی ہے آخری خلیفہ مستعصم باللہ تھا جس کو ہلاکو خاں نے ہلاک کر کے خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر ڈالا جس کی مختصر تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ اس خلافت کو جبر و تشدد کی بادشاہت کہنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس حکومت میں بانی خلافت عباسیہ ابو عبد اللہ سفاح ایک ایسا خلیفہ گذرا ہے جس نے قسم کھائی تھی کہ اپنے بڑے بھائی ابراہیم امام کے بے گناہ قتل کا انتقام لوں گا۔ چنانچہ وہ امویوں کا ہر فرد جہاں ملتا تھا بے دردی کے ساتھ قتل کرتا تھا۔ عبد اللہ بن علی سفاح کے چچا نے تو معافی کا

وعدہ دے کر بہت سے امویوں کو اکٹھا کیا اور سب کو بے دریغ قتل کر دیا۔

خلیفہ مستعصم باللہ کو جو عباسیہ کا آخری خلیفہ تھا جس کو ہلاکو خاں نے ۶۵۶ھ میں ہلاک کر کے خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر دیا تھا اس کو اپنے روپے پیسے اور جواہرات پر ایسا گھمنڈ تھا کہ بادشاہان اطراف سے ملاقات تک نہیں کرتا تھا۔

(۴) حدیث زیر بحث میں جبر و تشدد کی بادشاہت کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ کا ذکر آتا ہے۔ لمعات شرح مشکوٰۃ کے مولف نے خلافت علی منہاج النبوۃ کے تحت یہ الفاظ لکھے ہیں الظاهران المرادبه زمن عیسیٰ والمهدی۔ یعنی خلافت علی منہاج النبوۃ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ ومہدی علیہم السلام کی خلافت ہے۔ اجماع حضرت عیسیٰ ومہدی کی مکمل بحث کا یہ موقع نہیں یہاں ہم صرف حضرت سعد الدین تفتازانی کا ایک قول جو انہوں نے اپنی کتاب مقاصد الاسلام میں لکھا ہے نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں

جس سے اجتماع مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کا مسئلہ ہی باطل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ فما یقال ان عیسیٰؑ یقتدی بالمهدی او بالعکس شئی لا مستند له فلا ینبغی ان یعول علیه ترجمہ:۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ مہدیؑ کی اقتداء کریں گے یا اس کے بالعکس یہ ایسی بات ہے جس کی کوئی سند نہیں ہے اس پر توجہ نہ کرنا چاہیے

اس کے علاوہ احادیث دفع ہلاکت امت محمدیہ تو قطعی طور پر ثابت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابتدائے امت میں دافع ہلاکت امت ہیں تو عیسیٰؑ آخر امت میں اور مہدیؑ وسط امت میں پھر وہ کیا صورت ہوگی جس سے اجتماع مہدی وعیسیٰ علیہما السلام کا اعتقاد قائم رہ سکے۔ ابن عسا کر نے روایت کی ہے۔

کیف تهلک امتی انا فی اولها وعیسیٰ ابن مریم فی آخرها والمهدی من اهل بیتی فی وسطها

ترجمہ:۔ وہ امت کس طرح ہلاک ہوگی جس کے اول میں ہوں اور عیسیٰ بن مریم اس کے آخر میں ہیں اور مہدی میرے اہل بیت سے اس کے وسط میں ہیں۔

لہذا یہ اعتقاد رکھنا کہ مہدیؑ اور عیسیٰؑ ایک وقت میں آئیں گے سراسر باطل ہے اور ان دو خلفاء اللہ کا اجتماع ناممکن ہے۔ اور جبر و تشدد کی بادشاہت یعنی خلافت عباسیہ کے اختتام سے آج تک نزول عیسیٰؑ کا واقعہ بھی پیش نہیں آیا۔ اس لئے خلافت علی منہاج النبوۃ سے مراد صرف مہدی علیہ السلام کی خلافت ہی ہو سکتی ہے لا غیر

قبل ازیں آیت فسوف یاتی اللہ بقوم اور حدیث ثوبانؓ میں ولو حبوا علی الثلج سے ثابت ہو چکا ہے کہ امامنا علیہ السلام خلافت عباسیہ کے اختتام سے جو ۶۵۶ھ میں ہوا (۱۹۱) سال کے بعد ۸۴۷ھ میں پیدا ہوئے اس لئے حدیث حذیفہؓ بھی امام علیہ السلام پر صادق آتی ہے آپ اس کا مصداق اتم ہیں۔ اور یہ سلسلہ آپ کی صداقت کے لئے موتیوں کی لڑی کی طرح ثابت ہو رہا ہے انشاء اللہ اور بھی بے شمار دلائل قرآن اور احادیث سے ہم آگے پیش کرنے والے ہیں تا کہ مومنوں کو راحت اور متلاشیان حق

وصداقت کے لئے سراج منیر ثابت ہو۔ تاریخ اسلام جسٹس امیر علی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اموییہ خاندان کے جو افراد سفاح کی کینہ کش تلوار سے بچ رہے ان میں ہشام کا پوتا عبدالرحمٰن بھی ہے جو مراکش آیا پھر ہسپانیہ پہنچا بمقام سارہ حاکم ہسپانیہ سے جنگ کر کے اس کو شکست دے دی اور خود فرمان روائے ہسپانیہ بن بیٹھا۔ سب لوگ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اس سلسلہ میں عبدالرحمٰن دوم سوم و چہارم کئی فرمانروا ہوئے۔ ابوالحسن ان کا آخری تاجدار ہے جو سلطنت سے دست بردار ہو گیا اور ابوالحسن کے بعد کچھ لوگ حکومت کرتے رہے۔

۲/ جنوری ۱۴۹۲ء م ۸۹۷ھ کو غرناطہ اہل کسٹل کے حوالہ کیا گیا بڑی نا مبارک ونا مسعود گھڑی تھی وہ جس میں غرناطہ پر ہلال کی جگہ صلیب کا پرچم لہرانے لگا۔ اس سے جزیرہ نمائے ہسپانیہ اور پرتگال کی ترقی وتہذیب کا مہتاب ہمیشہ کے لئے چاہ گمنامی میں ڈوب گیا۔ یہ واقعہ ۱۴۹۲ء م ۸۹۷ھ کا ہے ہشام کے پوتے عبدالرحمٰن اور اس کے جانشین سب کے سب بنوامیہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ہسپانیہ میں ابتداء بلکہ عرصہ تک خطبہ میں خلفائے عباسیہ کا نام لیا جاتا تھا اس لئے اسپین کی حکومت کو ملکا عاضا کا ضمیمہ سمجھا جاتا تھا۔ یا ملکہ جبرتیہ کا اس کا سقوط ۸۹۷ھ میں ہوگیا اس کے تین سال کے بعد ۹۰۱ھ میں امامنا نے مکہ معظمہ میں رکن اور مقام کے درمیان بموجب حدیث حذیفہؓ خلافت الٰہیہ کا پہلا دعویٰ فرمایا اس طرح بھی حدیث حذیفہؓ آپ پر صادق اور آپ اس کے مصداق ہیں۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ابتدائے حدیث میں خلافت علی منہاج النبوۃ کا جو ذکر آیا ہے اس سے مراد خلافت راشدہ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ ملکا عاضا و ملکا جبرتیہ کے بعد جس خلافت علی منہاج النبوۃ کا ذکر آیا ہے اس سے مراد خلافت راشدہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ خلافت الٰہیہ مراد ہے۔ کیونکہ مہدی علیہ السلام بموجب حدیث ثوبانؓ وابن عمرؓ خلیفۃ اللہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اشعار جس میں انہوں نے مہدی علیہ السلام کے زمانہ بعثت کے متعلق پیشین گوئی کی ہے جو متعدد نسخوں میں یہ اشعار موجود ہیں نامی پریس

لکھنو کے چھپے ہوئے نسخہ میں اور مطبع حجر (مصر) کے ۱۲۷۲ھ کے مطبوعہ نسخہ میں بھی یہ اشعار موجود ہیں ان اشعار کا ترتیب وار ترجمہ یہ ہے۔

(۱) اے میرے فرزندو جب ترک حملہ کریں تو تم مہدی کی ولایت کے منتظر رہو جو قائم ہوگا اور عدل کرے گا۔

(۲) ہاشمی ظالم بادشاہ ذلیل ہو جائیں گے اور ان میں سے ایک ایسے شخص سے بیعت کی جائے گی جو کھیل کود میں لگا ہوگا۔

(۳) وہ بچوں میں سے ایک بچہ ہوگا جو نہ بزرگی و عظمت اور نہ عقل ورائے رکھتا ہوگا۔

(۴) پھر تم میں سے حق کو قائم کرنے والا کھڑا ہوگا جو تم پر حق کو پیش کرے گا اور خود حق پر عمل کرے گا۔

(۵) وہ رسول اللہ ﷺ کا ہمنام ہوگا میری ذات اس پر فدا ہو جائے پس میرے فرزند اس وقت جلدی کرنا اور اس کو نہ چھوڑنا۔

پس حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے لا محدود کمالات وفضائل ظاہری وباطنی کو تمام اہل اسلام متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں اور یہ اصول حدیث کے ضوابط کے نظر کرتے یہ قول ایک جلیل القدر صحابی کا ہے جو حدیث موقوف کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اہل سنت کا یہ ضابطہ ہے کہ کسی خبر مغیب کا ظہور اسی کے مطابق ہو جائے تو وہ موجب قطع ویقین ہو جاتی ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ تاریخی واقعات اس پیشین گوئی کے ٹھیک مطابق ظاہر ہونے کی تاریخی شہادت ملتی ہے۔ چنانچہ ۶۵۶ھ میں جبکہ ہلاکو خاں نے حملہ بغداد پر کیا اور خلیفہ وقت مستعصم باللہ عباسی معہ اپنے بیٹوں اور خاندان کے قتل ہو کر خلافت عباسیہ کا خاتمہ ہوا جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے اس طرح ترکوں کے حملہ کرنے اور ہاشمی بادشاہوں کے ذلیل وخوار ہونے کی پیشین گوئی پوری ہوئی ۶۵۶ھ سے ۶۵۸ھ تک کوئی خلیفہ نہیں رہا۔ ۶۵۸ھ میں ہرس حاکم مصر نے بنی عباس کے ایک لڑکے کو جس کا نام احمد ابو القاسم تھا قاہرہ بلوا کر اس کو منتصر باللہ کا لقب دے کر خلیفہ بنایا۔ اور اس سے بیعت کی گئی (تاریخ الخلفاء

وتاریخ اسلام امیر علی) اس طرح بنی عباس کے ایک لڑکے جو نہ صاحب الرائے تھا نہ عقل وفہم والا سے بیعت کرنے کی پیشین گوئی بھی صادق آئی ان واقعات کے بعد ہی امامنا مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوا جن کا نام مبارک سید محمد بن سید عبداللہ تھا اور نہ صرف یہی کہ آپ کا نام حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہمنام تھا بلکہ حدیث کے مطابق آپ کے والد بزرگوار کا نام بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد کے ہمنام تھا سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام بھی بی بی آمنہ تھا جو حضرت رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ کی ہمنام تھیں جو احادیث کے عین مطابق تھیں۔ تاریخ اسلام کے واقعات پر ایک تحقیقی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خبر مغیبہ یا پیشین گوئی کے جس قدر حصے ہیں ان کا ظہور مختلف ادوار میں ہو چکا ہے جس کو ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ ان روشن اور واضح وجوہ دلائل کے ہوتے جو حضرت امامنا مہدی علیہ السلام پر پورے منطبق ہیں اس کے باوجود اس کا انکار کرنا کس قدر کوتاہ نظری اور عدم تحقیق وتدبر کا اعلانیہ ثبوت ہے۔ حالانکہ امامنا مہدی علیہ السلام باعتبار نسب ونام اور اوصاف اور زمانہ بعثت ان پیشین گوئیوں کے پورے پورے مصداق ہیں۔

اس کے علاوہ اور دلائل جو ٹھیک زمانہ بعثت کا پتہ دیتے ہیں اس کو یہاں پر تفصیل کے ساتھ درج کرنا چاہتے ہیں جو تمام دلائل اول سے آخر تک ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ

قال النبی ﷺ الدنیا سبعة الاف سنة انا فی آخر ها الفاً

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے اور اس کے آخری ہزار میں میں ہوں۔

طبرانی کی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو انہوں نے جامع کبیر میں ضحاک بن زمل جہنی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں آپ کو سات زمینوں والے منبر کے اعلیٰ درجہ میں دیکھا ہے۔

حضرت نے اس خواب کی تعبیر میں یہ فرمایا کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے اور میں پچھلے ہزار میں ہوں۔ صاحب تاویلات القرآن کا قول ہے کہ اسی سات ہزار میں مہدی علیہ السلام کا ظہور ہے۔

شکر اللہ بن شہاب الدین نے بہجۃ التواریخ میں لکھا ہے کہ

در هزار هفتم که قمر است وزمین قیامت است محمد رسول الله را فرستاد ودریں هزار در هر صد سال سال خلیفه وعالمی آشکار خواهد شد در صدی اول عمر بن عبد العزیز که از جمله اقطاب است (تا آن قول) در صدی نهم آل رسول قرة العین بتول محمد بن عبد الله المهدی بظهور خواهد آمد۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے ساتویں ہزار میں جو دور قمر ہے اور زمین قیامت ہے محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا اور اسی ہزار سال میں ہر سو برس کو سال خلیہ (یعنی مجدد) ظاہر ہوگا پہلی صدی میں عمر بن عبد العزیز جو کہ جملہ اقطاب سے ہیں (اسی طرح بقول ان کے سلسلہ رہے گا) اور صدی نہم آل رسول قرۃ العین بتول محمد بن عبد اللہ المہدی کا ظہور ہوگا۔ (از ماخوذ کحل الجواہر

جلد دوم) شیخ عبدالحق دہلوی نے مشکوٰۃ کی فارسی تشریح میں باب قرب الساعۃ میں شیخ جلال الدین سیوطی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بعض علمائے وقت نے اس بات پر فتویٰ دیا ہے کہ دسویں صدی میں امام مہدی وغیرہ علامات قیامت کا ظہور ہوگا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے مرقاۃ الصعود میں اپنے رسالہ تنبیہ کے حوالے سے حدیث پیش کی ہے۔

ان الله يبعث الى آخره کے ذیل میں ابن الاهدل کا یہ قول پیش کیا ہے
ويكون المهدى او عيسىٰ بن مريم فى المماية العاشرة عند تمام الدور والعدد العربى انتهى كلام ابن الاهدل (مرقاۃ الصعود صفحہ ۱۸۹ فن حدیث نمبر ۱۱ کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد)

ترجمہ:۔ مہدیؑ یا عیسیٰؑ دسویں صدی میں ہوں گے جب کہ دور اور عدد عربی ختم ہونے کے قریب ہے۔

یہاں دور سے مراد دورِ قمر ہے جس کے ابتداء میں آدم علیہ السلام کا ظہور ہوا ہے اور دور کی کل مدت سات ہزار سال ہے جیسا کہ حدیث مافوق سے ظاہر ہے کہ دنیا کی مدت سات ہزار سال ہے اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک شخص جو چھٹا سال تمام کر کے ساتویں سال میں داخل ہوا کبھی اس کو شش سالہ بولتے ہیں باعتبار مکمل ہونے سال کے اور کبھی (سات) ہفت سالہ بولتے ہیں۔ باعتبار دخول کے پس مراد حضرت ﷺ کی یہ ہے کہ حضرت آدم سے اس دم تک چھ ہزار ہو کر ساتواں ہزار شروع ہے کہ میں ساتویں ہزار میں ہوں پس موافق استعمال ودم کے دنیا ہفت ہزار سالہ ہے اور ساتویں ہزار کے ختم سے پہلے مہدی کا ظہور لازم ہے۔ جیسا کہ صاحب تاویلات القرآن اور بے شمار اولیاء اللہ نے اپنے اپنے پیشین گوئیوں میں فرمایا جو آنے والے سطور میں آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

صاحب غیاث اللغات نے دور قمر کے ذیل میں یہ لکھا ہے۔

مولف گوید کہ چوں از آئین اکبری دریافت می شود کہ تا امسال کہ سنہ ایک ھزار ودو صد وچھل ودو ھجریست آدم علیہ السلام را ھفت ھزار ویک صد وھفتاد سال شمسی گذشتہ ازیں معلوم می شود کہ بالفعل دور قمر نیست بلکہ دور زحل باشد واز آں تا حال یک صد وھفتاد سال شمسی گذشتہ اند

ترجمہ:۔ مولف کہتا ہے کہ آئین اکبری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال یعنی ۱۲۴۲ء تک آدم علیہ السلام کو ۷۱۷۰ سال شمسی گذر چکے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب دور قمر نہیں ہے بلکہ دور زحل ہے اور اس کو شروع ہو کر ۱۷۰ سال شمسی گذر چکے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ دور قمر کی ابتداء سے ۱۲۴۲ء تک ۷۱۷۰ سال شمسی ہوئی اور ان شمسی سالوں کے تقریباً ۳۹۰ قمری سال ہوتے ہیں۔ پس ۱۲۴۲ء سے ۳۹۰ سال پہلے یعنی تقریباً ۸۵۲ھ میں دور قمر ختم ہوا اور امام مہدی علیہ السلام کی ولادت ۸۴۷ھ میں ہوئی پس دور قمر کے ختم کے قریب حضرت مہدی علیہ السلام کا وجود ثابت ہے۔

تیسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ مہدی اسوقت ہوں گے جب کہ عدد عربی قریب

ختم ہو عربی زبان میں عدد الف پر ختم ہو جاتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی عدد بیان کرنا ہو تو کوئی خاص لفظ نہیں ہے۔ مایۃ الف وغیرہ دیگر اعداد کی ترکیب سے یہ مفہوم ادا کیا جاتا ہے ملیون کا لفظ جو عربی میں آج کل مستعمل ہے انگریزی زبان سے آیا ہے۔ اور ابن الاحدل کے زمانہ میں مروج نہ تھا۔ امام مہدی علیہ السلام ۹۱۰ھ میں واصل بہ حق ہوئے اور یہ ختم الف (ہزار) کے قریب ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ الکشف میں حدیث ان النبی ﷺ لایمکث فی قبرہ الف سنۃ تحقیق کہ نبی علیہ السلام ایک ہزار برس اپنی قبر میں نہیں ٹھیریں گے۔

اس عبارت کے ساتھ درج کی ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حدیث النبی لا یمکث الی آخرہ کے باب میں جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے کثرت سے پوچھا جا رہا ہے۔ اور میں جواب دیتا ہوں کہ یہ باطل ہے اس میں کوئی اصل نہیں ماہ ربیع ۸۹۸ھ میں ایک شخص میرے ہاں اپنی تحریر لے کر آیا اور بیان کیا کہ یہ ایک عالم کے فتوے کی نقل ہے جو اکابر علماء سے ہے جس نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے سیوطی کہتے ہیں کہ ایسے عالم سے ایسے کلام کا صادر ہونا مستبعد ہے اس کا رد کرنا ازروئے ادب مجھے مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ (**الکشف فی مجاوزۃ ھذہ الامۃ عن الالف قلمی** حدیث عربی ۱۳۲۰ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری)

اس عبارت سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) یہ حدیث کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہزار برس سے زیادہ قبر شریف میں نہیں ٹھیریں گے اس زمانے میں یہ حدیث بہت مشہور تھی اور لوگوں کی زبان پر تھی۔

(۲) ایک ایسے عالم نے اس حدیث پر اعتماد کیا تھا جس کا رد کرنا سیوطی خلاف ادب سمجھتے تھے۔

(۳) فتوے کا زمانہ ۸۹۸ھ ہے

سیوطی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عالم نے مذکورہ بالا حدیث پر اعتماد کیا ہے۔

ملاعبدالقادر بدایونی کے بیان سے ظاہر ہے کہ حرمین شریفین کے اکثر محدثین نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ نجات الرشید میں مہدوی مذہب کے حالات کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

بعض لوگوں نے حرمین شریفین کے علماء سے فتویٰ طلب کیا اس باب میں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میں ہزار برس سے زیادہ قبر میں نہیں ٹھیروں گا اور ہزار برس ختم ہونے سے پہلے علامات مہدیؑ جن میں امام مہدیؑ کا خروج بھی شامل ہے ضرور ظاہر ہو جانا ہے ان اماکن شریفہ کے اکثر محدثین نے مستفتی کے مطابق جواب لکھا اور اس حدیث کی صحت پر دستخط کئے اور جب یہ شیخ جلال الدین سیوطی کے پاس آیا جو خود کو دسویں صدی کا مجدد کہتا تھا تو اس نے پہلے از روئے مروت اس پر دستخط کرنے میں تامل کیا اور جب مبالغہ سے کام لیا گیا تو سیوطی نے اس حدیث کے رد میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے۔

الکشف فی مجاوزۃ ھذہ الامۃ عن الالف

مذکورہ بیان سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حرمین شریفین کے اکثر محدثین اس حدیث کی صحت کے قائل تھے اور اس حدیث کے مقتضیٰ کے موافق مہدی کے ظہور کو بھی دسویں صدی کے تمام ہونے سے پہلے ضروری سمجھتے تھے دوسرے یہ کہ ایک جماعت کے فیصلہ کو تنہا سیوطی نے مسترد کر دیا۔

اب رہے حدیث کے معنی تو اس کے حقیقی معنی یہ ہوں گے کہ ایک ہزار برس ختم ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ قبر سے اٹھیں گے دوسرے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ایک ہزار برس ختم ہونے سے قبل کوئی ایسا شخص مبعوث ہو جس کا آنا خود رسول اللہ ﷺ کے آنے کے جیسا ہو۔ حاصل یہ ہے کہ حدیث مذکور سے صرف مہدئ کے ظہور کا زمانہ متعین ہوتا ہے۔ سیوطی کے معاصر علماء نے اپنے عقیدہ کے موافق یہ خیال کہ امام مہدی کے ظہور کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دجال کا خروج بھی ہونا چاہیئے اس لئے انہوں نے یہ امور بھی فتوے میں شامل کر دیئے اور سیوطی حیران تھے کہ ہزار قریب الختم ہے اس قلیل مدت میں یہ سب باتیں کیسے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ غالباً اس وقت سیوطی کے پیش نظر مشکوٰۃ کی ذُرّیّن سے روایت کی

ہوئی وہ حدیث نہیں تھی جس میں امت رسول کے وسط میں مہدی اور امت کے آخر میں عیسیٰ اوران کے درمیان غیر مستقیم لوگوں کا ہونا مذکور ہے۔ اسی لئے صاحب مشکوٰۃ نے مہدی کی حدیثیں، علامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال (قیامت کے قریب کی علامتیں اور ذکر دجال) کے ذیل میں درج نہیں کی جہاں علامات کبریٰ مثلاً خروج دجال کے ساتھ نزول عیسیٰ کا بھی ذکر ہے بلکہ اشراط الساعۃ کے ذیل میں درج کی ہیں اور علماء نے توضیح کی ہے کہ اشراط الساعۃ سے مراد علامات صغریٰ ہیں جو قیامت سے قبل ظاہر ہوں گے مثلاً کثرت جہل و زنا و شرب خمر و قلتِ رجال و کثرت نساء وغیرہ۔

کتب صحاح میں جس قدر بھی حدیثیں مہدی کے باب میں وارد ہوئی کسی ایک میں بھی اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ امام مہدیؑ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام بھی ہوں گے یا امام مہدیؑ کے زمانہ میں دجال خروج کرے گا۔ یہ علمائے سو کی من گھڑت کہانیاں ہیں جس کا مغیبات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ حدیث مذکور سے صرف مہدی کا ظہور ثابت ہوتا ہے اور علمائے سوء نے اپنے عقیدہ کے موافق نزول عیسیٰ و خروج دجال کا بھی ذکر کر دیا ہے۔

ہے اور علمائے سوء نے اپنے عقیدہ کے موافق نزول عیسیٰ وخروج دجال کا بھی ذکر کردیا ہے۔

حضرت سید محمد گیسودرازؒ نے اپنی تصنیف ''حظائر القدس'' میں مہدی علیہ السلام کے بعثت کی بشارت اس طرح دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد دین کی غریب الوطنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ھاں قمر محمدؐ غروب کرد و نور احمدی فرو رفت برآمدن راجا نماند شنیدہ بدأ الاسلام غریبا ھان اکنوں آن مہ برمی آید تاایام دولت او طلوع شد ھر روز ھر روز روشن تر برآمدہ (صفحہ ۳۸۴)

ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ کا قمر غروب ہوا اور نور احمدی ڈوبا اس کے ظاہر ہونے کی جگہ نہ رہی تو نے سنا ہے کہ جس طرح اسلام ابتداء میں غریب تھا اسی طرح پھر ہوجائے گا ہاں اب وہ چاند نکلتا ہے جب سے اس کی دولت کا زمانہ طلوع ہوا ہے ہر روز روشن تر نظر آتا ہے۔

(یہ کتاب اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے تصوف فارسی نمبر ۴۰۹ بہ حوالہ مقدمہ سراج الابصار)

اب وہ چاند نکلتا ہے مہدی کے ظہور کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ اس عبارت کے بعد حضرت نے عیسیٰ اور نفخ صور کا علیحدہ ذکر کیا ہے۔

مذکورہ عبارت کے بعد کتاب کا سنہ تصنیف بھی درج ہے۔

اُمشب دو شنبه پانزدهم جمادی الآخر سنه ثلاث وثمان مایه ۸۰۳ھ میں حضرت نے فرمایا کہ اب چاند نکلتا ہے یعنی مہدی کا ظہور قریب ہے اور حضرت مہدی علیہ السلام کی ولادت ۸۴۷ھ میں ہوئی۔

قرامانی کی روایت کو صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے

قال الشیخ اویس (بن علی) القرمانی ان المهدی سیظهر عن قریب او علی رأس التسع مایة السنة (کشف الظنون طبع یورپ جلد چہارم صفحہ ۲۰ ماخوذ از مقدمہ سراج الابصار)

ترجمہ:۔ شیخ اویس بن علی قرامانی نے کہا کہ مہدی نو سو کے قریب یا نو سو کی انتہا پر یقیناً آئیں گے۔

حضرت شاہ راجو قتال حسینیؒ جو حضرت سید محمد گیسو دراز بندہ نوازؒ کے والد محترم ہوتے ہیں انہوں نے صاف الفاظ میں اپنی تصنیف تحفۃ النصائح میں ظاہر کر دیا ہے کہ مہدی نو سو پانچ ہجری میں ظاہر ہوں گے۔ان کے اشعار یہ ہیں۔

فرزند من مهدی بود گفته پیمبرؐ همچنیں

پس زمن آید یقین برنهصد و پنج دگر

مهدی بیاید بے شک وعده چوں داده مصطفی

تصدیق او فرض بداں انکار او باشد کفر

ترجمہ:۔ میری اولاد سے مہدیؑ ہوگا پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرا ہمسر ہے اور وہ نو سو پانچ ہجری پر یقیناً آئے گا۔مہدیؑ کا آنا یقینی ہے اس میں شک نہیں کیونکہ حضرت محمد مصطفیؐ نے وعدہ فرمایا ہے۔اے بھائی اس کی تصدیق فرض جان اور انکار ان کا کفر ہوگا۔

دربار اکبری میں لکھا ہے کہ دسویں صدی ہجری میں تمام علمائے ہندوستان ایک

صاحب فرمان کے ظہور کے منتظر تھے اور وہ مہدی کی ذات ہے۔

امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں جو اولیاء اللہ اور صحابہ کرام اور علمائے امت نے دسویں صدی ہجری سے متعلق کیا ہے یہ ان کی ذاتی رائے یا تخمیناً نہیں ہے بلکہ اس کا ماخذ حدیثیں ہیں۔

عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر کے مبحث شصت و پنجم میں شیخ تقی الدین المتوفی ۷۰۲ھ کے عقیدہ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

ان صلحت امتی فلها یوم وان فسدت فلها نصف یوم

یعنی اگر میری امت صلاح پائے تو اس کے لئے ایک یوم ہے اور اگر فساد ہو تو نصف یوم (الیواقیت والجواہر طبع مصر ۱۲۷۷ھ)

اسی طرح ابوداؤد نے یہ روایت کی ہے

عن سعد ابی وقاص عن النبی ﷺ قال اِنِّی لا رجوان لا تُعْجُز امتی عند ربها ان یوخر هم نصف یوم قیل لِسَعدو کم نصف یوم قال خمس مایة سنة

ترجمہ:۔ سعد ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تحقیق کہ میں ضرور امید رکھتا ہوں کہ عاجز نہ ہوگی میری امت اپنے پروردگار کے پاس اگر انہیں مہلت دی جائے نصف یوم کی۔ سعد سے کہا گیا کہ نصف یوم کتنا ہے تو کہا کہ پانچ سو سال۔

صاحب کوکب منیر شرح جامع الصغیر نے مذکورہ حدیث کے ذیل میں سہیلی کے حوالہ سے یہ روایت درج کی ہے۔

ان احسنت امتی فبقاء ها یوم من ایام الآخرة وذلک الف سنة وان اسائت فنصف یوم (کوکب منیر شرح جامع الصغیر جلد اول صفحہ ۸۸۶ حدیث عربی نمبر ۱۲۱۳ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد)

ترجمہ:۔ اگر میری امت نیکوکار رہی بس اس کی بقاء ایام آخرۃ کے ایک یوم کے اتنی ہوگی اور وہ ہزار برس ہے اور اگر بدی کی تو اس کی بقاء نصف یوم ہوگی۔

صاحب اشعۃ اللمعات نے حدیث انی لا ارجو یوم الی اخرہ کے ذیل میں یہ لکھا ہے

معنی حدیث آن است که ایں اُمّت را ایں مقدار قدرت ومکنت وقرب ومکانت نزد پروردگار تعالیٰ هست که پانصد سال ایشاں رانگاه دارد وهلاک نه کنند(اشعة اللمعات جلد رابع صفحه ۷۵۴)

ترجمہ:۔ حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اس امت کو اس قدر قدرت ومکنت اور قرب ومنزلت خداوند تعالیٰ کے نزدیک حاصل ہے کہ پانچ سو سال تک اس کو محفوظ رکھے گا اور ہلاک نہیں کرے گا۔

جہاں امت کی بقاء زیادہ سے زیادہ ایک ہزار برس بیان کی گئی ہے اس سے بھی ہلاکت سے محفوظ رہنا مراد ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

کیف تهلک امتی انا اولها والمهدی وسطها والمسیح آخرها

ترجمہ:۔ وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں ہوں مہدی اس کے وسط میں اور عیسیٰ اس کے آخر ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایک ہزار برس کے اندر امت کو مہدی کے سوا کون ہلاکت سے بچا سکتا ہے یہ سردار عرب محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک منفرد انداز میں مہدیؑ کے وقت بعثت کو ظاہر فرمایا ہے۔ اس طرح صاف اور شفاف اور بالکل آئینہ کی طرح آمد مہدی کی خبر دے رہے ہیں اور یہ ظاہر کر دیا ہے کہ مہدی کا آنا ایک ہزار سال کے اندر ہی ہے اور یہ شرط مہدیت بھی ہے اس کے بعد مہدی کا انتظار آیات قرآنیہ اور احادیث کا کھلا انکار کرنا ہے جو شان رسالت ﷺ میں گستاخی کے مترادف ہے۔

صاحب عقد الدرفی علامات المهدی المنتظر نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے

اخرج نعیم بن حماد عن محمد بن الحنفیة قال کنا عند علیؓ فساله رجل عن المهدی فقال هیهات ثم عقد بیده تسعا فقال ذلک یخرج فی آخر الزمان

ترجمہ:۔ نعیم بن حماد نے محمد بن حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم

حضرت علیؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے ان سے مہدی کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے کہا ابھی بہت دور کی بات ہے اپنے ہاتھ سے نو کی صورت بنائی اور کہا کہ وہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔

واضح ہو کہ حضرت علیؓ کا جواب یخرج فی آخر الزمان (مہدی آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سائل نے زمان ظہور مہدی کے متعلق سوال کیا تھا حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے نو کی صورت بنائی اس طرح نو درجہ احاد وعشرات میں ہوگا یا مئیات (سوں) والوف (ہزاروں) میں ہوگا الف (ہزار) سے بڑھ کر عربی میں عدد کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے۔ لاکھ دو لاکھ کہنا ہو تو دو عدد ملا کر کہتے ہیں۔ مثلاً مایۃ الف یا مائتا الف. ملیون کا لفظ جو آج کل مستعمل ہے اس زمانہ میں مستعمل نہ تھا کیونکہ یہ لفظ انگریزی زبان سے آیا ہے۔ احاد وعشرات تو مراد نہیں ہو سکتے اس لئے کہ حضرت علیؓ نے لفظ ھیہات کہہ کر بُعدِ زمان کی طرف اشارہ کیا ہے الوف مراد نہیں ہو سکتے اس لئے کہ دین کی بقاء پانسو سال اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سال قرار دی گئی ہے۔ لہذا نو سے نو سو مراد ہوں گے حضرت علیؓ کے پیشین گوئی سے بھی صاف ہو جاتا ہے کہ مہدی کی بعثت ایک ہزار ہجری کے اندر نو سو سال میں ہوگی۔

ناظرین کرام یہاں یہ بات قابل ذکر اور بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ مہدیؑ کی مہدیت کے کچھ علامات معین کیے گئے ہیں جس طرح مہدیؑ کا اولاد فاطمہؓ سے ہونا شرط مہدیت ہے۔

اس طرح مہدی علیہ السلام کی بعثت دسویں صدی ہجری کے اندر ہونا بھی شرط مہدیت ہے ایک حدیث جس کا ذکر سرسری انداز میں گزر چکا ہے اس کو بھی من وعن یہاں پر لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

عن ابی ہریرۃؓ قال فیما اعلم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان اللہ یبعث فی ھذا الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا وقال ان المجدد فی المائۃ العاشرۃ ھو المھدیؑ

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے کہ کہا رسول اللہ ﷺ سے منجملہ ان باتوں کے جن کو میں جانتا ہوں کہ یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا اللہ مبعوث کرے گا اس امت میں ہر صدی کے راس پر ایک ایسے شخص کو جو اس امت کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا اور فرمایا مجدد دسویں صدی میں وہی مہدیؑ ہے۔

اس حدیث شریف کو حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب سراج الابصار میں تنبیہ التحریر کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔

اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب مرقاۃ السعود میں کتاب الملاحم کے ذیل میں جہاں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اس طرح لکھا ہے کہ یعنی اس حدیث کی شرح میں، میں نے ایک مستقل رسالہ موسوم بہ التنبیه ممن يبعث الله على راس كل مائة تالیف کیا ہے اور اس کے فوائد کی یہاں تلخیص کرتا ہوں

(مرقاۃ الصعود کتاب الملاحم فن حدیث نمبر ۱۱ کتب خانہ سعیدہ حیدرآباد ماخوذ از مقدمہ سراج الابصار)

اس سے ظاہر ہے کہ سیوطی کے پاس یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس حدیث کے متعلق ایک مستقل رسالہ تک لکھدیا ہے اسی لئے سیوطی نے بھی مہدی کی بعثت دسویں صدی میں ہونا ظاہر کیا ہے اسی طرح امام نووی نے مہدیؑ کا دسویں صدی ہجری میں ہونا بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ ابوداؤد شریف کی اس حدیث سے بھی ہمارے اس دعویٰ کو تقویت ملتی ہے کہ مہدیؑ کا وجود دسویں صدی کے اندر ہونا ضروری ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ

عن زر بن عبد الله عن النبی ﷺ قال لو یبق من الدنیا الی یوم لطول الله ذالک الیوم حتی یبعث رجلاً من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی

ترجمہ:۔ زر بن عبداللہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر دنیا ختم ہونے ایک دن باقی رہ جائے گا تو اللہ اس دن کو اتنا دراز کردے گا کہ میری اہل بیت سے ایک شخص مبعوث ہوجائے جس کا نام میرا نام اور اسکے باپ کا نام میرے باپ کا نام کے مطابق ہوگا۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی علیہ السلام کی بعثت اسی یوم (دن) ہوگی اس دن میں مہدی کی بعثت اتنی ضروری ہے کہ فرضاً وتقدیراً اگر دیر ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس

سے حسب قابلیت واہلیت جن کو قابل جانا بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کے باب العلم میں ابوہریرہؓ سے جو روایت ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو ظرف محفوظ رکھے ہیں ان میں سے ایک کو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا لیکن دوسرے کو بھی اگر عام طور پر پھیلا دوں تو میرا حلق کاٹ دیا جائے گا۔ ارشاد الساری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ

اس سے علم اسرار مراد ہے جو غیروں سے محفوظ اور اہل عرفان مشاہدات علماء باللہ سے مخصوص ہے۔

بخاری شریف کی اس حدیث کی تائید تفسیر روح البیان مصنف علامہ شیخ اسماعیل حقی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں درج کی ہے اس سے بالکل واضح اور عیاں ہوجاتا ہے کہ خداوند قدوس نے حضور کو تین قسم کے علوم عطا فرمائے تھے ایک تو وہ علوم تھے کہ جنہیں امت کو بتادینا آپ پر فرض تھا جیسے تمام احکام اسلام وایمان دوسرے وہ علوم تھے جن کے بارے میں آپ کو خدائے تعالیٰ نے اختیار دیا تھا جس سے چاہیں بتائیں اور جس سے چاہیں چھپائیں جیسے بہت سے رموز واسرار اور عام امتیوں سے پوشیدہ رکھا تیسرے وہ علم تھے جن کا تمام امت سے چھپانا آپ پر فرض تھا چنانچہ یہ حدیث تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۸۰ پر درج ہے۔

فاورَثنی علوم الاولین والاخرین وعلمنی ماشتی فعلم اخذ عهداً علٰی کتمه وهو علم لا یقدرحمله غیری وعلم خیَّرنی فیه وعلم امرنی بتبلیغه الی الخاص والعام من امة

یعنی اللہ تعالٰی نے مجھے اولین و آخرین کے علوم کا وارث بنایا اور مجھے چند قسم کے علوم عطا فرمائے ایک وہ کہ خدا نے ان کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا اور یہ وہ علوم تھے کہ جن کے اُٹھانے کی طاقت میرے سوا کسی میں نہیں تھی (سوائے مہدیؑ کے جس کو خضرؑ کے ذریعہ بار امانت کے طور پر حضرتؑ کو پہنچائی گئی)

اور ایک وہ علوم جن کے بتانے اور چھپانے کے بارے میں خدا نے مجھے اختیار دیا ہے اور ایک وہ علوم جن کے بارے میں خدا نے مجھے حکم دیا ہے میں ان علوم کو اپنی امت کے ہر خاص و عام تک پہنچا دوں۔

مزید علمائے متقدمین ومشاہیر اہل سنت جو اس بات کے قائل ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کو معانی ومطالب قرآن کے وہ حقائق منکشف ہوں گے جو ان سے پہلے لوگوں پر منکشف نہ ہوئے تھے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مہدیؑ اور اصحاب مہدیؑ کا مقام ومرتبہ تمام اہل سنت متقدمین اور اولیاء اللہ میں متفقہ طور پر کیا تھا۔ ہم یہاں پر چند اقوال درج کرتے ہیں تاکہ معاندین مہدویہ پر یہ واضح ہو جائے کہ مہدویت کیا ہے ہم نے جو کچھ لکھا قرآن اور احادیث علمائے متقدمین اور اولیاء اللہ کے اقوال کے حوالوں سے لکھا ہے اس کے علاوہ اور سینکڑوں دلائل موجود ہیں جو ضرورتاً مزید لکھے جائیں گے۔ تفسیر تاویلات میں لکھا ہے۔

الم ذٰلک الکتاب الموعود ای صورة الکل الموميٰ الیه بکتاب الجفر و الجامه المشتملة علیٰ کل الشئی الموعود بانه یکون مع المهدی فی آخر الزمان لا یقرُه کما هو بالحقیقة الا هو الخ

الم ذالک الکتاب یعنی وہ کتاب جس کا وعدہ کیا گیا ہے جس کی طرف کتاب جفر و جامعہ کا اشارہ کیا گیا ہے جو ہر موعود شئی پر مشتمل ہے۔ اس طرح کہ آخر زمانہ میں وہ مہدیؑ کے ساتھ ہوگی جس کو ان کے سوا کوئی نہیں پڑھے گا جیسی کہ وہ حقیقت میں ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے عوارف المعارف میں ابن مسعودؓ کے سلسلۂ اسناد سے روایت کیا ہے کہ ''مامن اٰیة الا ولها قوم سیعلمون بها'' ہر آیت کی حقیقی طور پر جاننے والی ایک ایک خاص قوم ہے۔

عوارف کی شرح ''تعارف'' میں اس روایت کی شرح میں لکھا ہے۔

یفهم من ذالک ان بعض المعانی لم یخطر ببال الصحابة ویخطر فی قلوب بعض المشائخ سیماً من اصحاب المهدی انتها.

اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ بعض معانی ومطالب کا صحابہ کے قلوب میں بھی خیال نہیں گزرا تھا۔ اور وہ معانی بعض مشائخین خصوصاً اصحاب مہدی علیہ السلام کے قلوب میں منکشف ہوں گے۔

جبکہ صحابہ مہدی علیہ السلام کی یہ شان ہے تو اسی پر سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ خود خلیفۃ اللہ امام مہدی علیہ السلام کی ذات اقدس کی وسعت معلومات کس قدر ارفع و اعلیٰ ہوگی

چونکہ یہ احکام ولایت محمدیہ کے متعلقات سے ہیں ان کا علی وجہ الدعوۃ بیان کرنا خاتم ولایت خاص محمدیہ کے ظہور پر موقوف ہے۔ اسی لئے حضرت خاتم النبیین ﷺ نے ظہور خاتم الاولیاء و خاتم دین امام مہدی علیہ السلام کے ظہور یا بعثت کو ضروریات دین سے گردانا جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث مذکور لطول اللہ ذلک الیوم سے ثابت ہے کہ آیت شریفہ (الیوم اکملت لکم دینکم) میں مہدیؑ کی بعثت تک الیوم کو محیط کر دیا گیا ہے اور فرمایا اگر دنیا ایک دن بھی باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس قدر دراز کر دے گا کہ میری اہل بیت سے ایک شخص مبعوث ہو جائے گا جس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہوگا اور فرمایا مہدی علیہ السلام آخر زمانہ میں دین کو اس طرح قائم کریں گے جس طرح میں نے ابتدائے اسلام میں قائم کیا ہوں۔

اور آپؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہم سے دین کی ابتداء کی ہے اسی طرح مہدی سے دین کو ختم کرے گا۔ ان دلائل کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ایوم ایک ہزار سال پر محیط ہے اور اسی ہزار برس میں مہدیؑ کی بعثت ہوئی ان احکام سے مراد وہ حقائق و معارف اور مسائل باطنی ہیں جو متعلقات ولایت سے ہیں اگر معاندین مہدویہ کا منشاء ان احکام و بیان کو مہمل بتانا ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے تو اس میں مہدویہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ بلکہ اور علمائے محققین اہل سنت اور علماء طریقت و حقیقت یعنی صوفیائے محققین کو مورد لعن و طعن بنانا پڑے گا۔ جنہوں نے مقام مہدیؑ اور بعثت مہدیؑ ازروائے قرآن اور حدیث دسویں صدی میں ہونے کی پیشین گوئی کی ہے اور شرب صوفیہ رکھنے والے تمام لاکھوں کروڑوں برادران اسلام اس اعتراض کے مخاطب رہیں گے جو کھلی گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

ایک گذارش

آخر میں گذارش کرتا ہوں کہ جناب امام ہمام مہدی موعود علیہ السلام کے مصدقین کی دل آزاری کے لئے کچھ رسالہ بار بار شائع کئے جارہے ہیں جو ایسے لوگوں کی جانب سے ہیں جن کی زندگی تمام کی تمام بدکاریوں اور زنا کاریوں میں گذری ہے۔ ایسے لوگ جب قوم کی فلاح چاہیں گے تو کیا حشر ہوگا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ان پرچوں میں اپنی پرانی عادت کے مطابق جادۂ حق وصداقت سے انحراف نمایاں ہے۔ اور جس کا اندازۂ بیان عناد و تعصب اور مغالطہ دہی اور حق پوشی علانیہ جھوٹ وافتراء کی غمازی کرتا ہے۔ مہدویہ بزرگوں پر طعن و تشنیع اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس ذاتِ اقدس کی جناب میں سوءادبی و توہین کی جسارت بیجا کر کے تمام قوم مہدویہ کی دل آزاری کی گئی ہے۔ ایسی احمقانہ کوششیں جو خلفاء اللہ کے نور ورشد وہدایت کے خلاف کی جاتی ہیں وہ کبھی بارآور نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوششوں کو اللہ کے نور کو منہ سے پھونک مار مار کر بجھا دینے کا لاحاصل ارادہ بتایا ہے اور اپنے نور حقانیت کو خود پورا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (۲۸_۹ صف)

اللہ تعالیٰ کے نور کو وہ اپنے منہ سے پھونک مار مار کر بجھا دینے کا ارادہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے نور کو خود پورا کرنے والا ہے اگرچہ کفار کو جب ناگوار ہی ہو۔

چنانچہ ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے اور اب بھی یہی ہوگا کہ نور حقانیت نہ کبھی بجھا ہے اور نہ کبھی بجھے گا البتہ یہ لاحاصل جراءت و جسارت کرنے والا ناپاک دنیا و آخرت میں ضرور ناکام و نامراد اور رسوا ہوگا۔ چونکہ اس کا مصنف ایک بدکار، عالم دین نہیں ہے اس کی بکواس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اگر کوئی عالم مستند کوئی کتابچہ تحریر کرے تو انشاء اللہ اس کا جواب ضرور دیا جائے گا اس کا جواب صرف یہ رباعی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سلام شوق ہو مُلّا کو میں ...
سناتا ہے جو احکام خدا ...
مگر تاویل سے ہیں اس کی ...
خدا و جبرئیل ...

ملنے کا پتہ

(۱) بمکان مولف حضرت سید دلاور مخصوص الزمانی

مکان نمبر1-7-441 زمستان پور' مشیر آباد' حیدرآباد

فون نمبر65523911

(۲) ادارۃ العلم مہدویہ اسلامک لائبریری

انجمن مہدویہ بلڈنگ' چنچل گوڑہ' حیدرآباد